سلسلۂ مطبوعات انجمن ترقی اردو (ہند) نمبر ۱۸۵

ہندو سے لڑیں نہ گبر سے بیر کریں
شر سے بچیں اور شر کے عوض خیر کریں
جو کہتے ہیں یہ کہ ہے جہنم دنیا
وہ آئیں اور اس بہشت کی سیر کریں

(حالی)

گوتم بدھ

سوانح حیات و تعلیمات

از

ڈاکٹر حفیظ سید، ایم اے،
پی ایچ ڈی، ڈی لٹ

شائع کردہ
انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی
۱۹۴۲ء

قیمت مجلد [illegible] بلا جلد [illegible]

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴	گوتم بدھ کی تعلیمات :- کیا تیری ٹپک قابلِ وثوق ہیں؟ ان کا فلسفہ، اشیا کے عناصر ترکیبی، روح سے انکار، کرم، راہِ مستقیم، اس کے منازل، زنجیریں، اخلاقی احکام، ممنوع پیشے۔	۴۳ تا ۹۲
۵	سنگھ یا جماعتِ فقرا :- ابتدائی دور، داخلے کا طریقہ، غذا، قیام، لباس، افلاس، فرمانبرداری، روزانہ زندگی، دھیان اور اس کی قسمیں، راہبوں کی آخری نہائش، جہان اور سمادھی۔	۹۳ تا ۱۰۷
۶	تبدیلیاں اور اضافے :- تری ٹپک کے بتائے ہوئے مذہب میں کمزوریاں، اختلافات کی ابتدا، گوتم کے علاوہ چوبیس بدھ، گوتم کو انسان سے بڑھانا، ان کے بارے میں قصے، ہینان اور مہایان، شمالی بدھوں نے کیا سے کیا بنایا، سرحدی کیا کہنے لگے۔	۱۰۸ تا ۱۱۷
۷	سنگھ کی کانسلیں :- پہلی کانسل، دوسری کانسل اور اختلافات، تیسری کانسل اور اشوک، چوتھی کانسل، ناگارجن بانی ماہیان، ہندستان میں بدھ مذہب کے زوال کے اسباب۔	۱۱۸ تا ۱۲۵
۸	بودھ مذہب مختلف ممالک میں :- لنکا، برما، تبت، چین، جاپان، نیپال، کوچین، آوا، فارموسا وغیرہ	۱۲۶ تا ۱۳۱
۹	ضمیمہ :- چرخ حیات، سؤر کا گوشت یا کھمبی یلینی یا بلیہ، مقام وقامت، نالندہ یونیورسٹی۔	۱۳۲ تا ۱۵۲

مقدمہ

قبلِ مسیح کی چھٹی اور پانچویں صدیاں دُنیا کے لیے یادگار ہیں۔ ان میں کوئی طوفانِ نوح نہیں آیا تھا، اور نہ کسی قیصر نے سارے عالم کو فتح کیا تھا۔ لیکن انسانی ذہن، اخلاق، معاشرت میں ایسے ایسے انقلابات رونما ہوئے کہ رہتی دُنیا تک ان کے اثرات باقی رہیں گے۔ یونان میں فیثا غورث، ایران میں زردشت، چین میں کنفیوشس اور ہندستان میں گوتم اور مہابیر جیسے بانیانِ مذاہب کی پیدائش کا سہرا انھیں صدیوں کے سر ہے۔ ان میں ہر ایک کے اثرات اس کے ملک ہی تک محدود نہیں رہے بلکہ اقصائے عالم میں صورتیں اور نام بدل بدل کر پہنچے۔ لیکن ان عظیم الشان ہستیوں میں بھی گوتم بدھ انفرادی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے بنائے ہوئے مذہب نے جو عالم گیری اپیل حاصل کی وہ کسی کو نصیب نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ آج بھی اس میں بڑی کشش

ہے کہ بودھ مذہب والوں کی دُنیا میں سب سے زیادہ تعداد ہے یا عیسائیوں کی۔

ہم نے اس چھوٹے سے رسالے میں اسی جلیل المرتبہ بزرگ کے سوانح، ان کی تعلیمات، ان میں ردّ و بدل اور ان کی مختلف ممالک میں اشاعت پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

لیکن دقت یہ ہے کہ یہ ہمالیہ کی چوٹی کی سی بلند شخصیت عقیدت اور مبالغے کے کہرے میں اس طرح ڈھک گئی ہے کہ اس کے خط و خال صاف نہیں دکھائی دیتے۔ پھر جن وسائل پر تاریخ کی بنا ہے وہ سرے ہی سے اس لیے نہیں ملتے کہ گوتم بدھ کے ہم عصروں، یا خود ان کی لکھی ہوئی کوئی کتاب موجود نہیں ہے۔ جو کچھ ہمارے پاس معلومات ہیں وہ تین سو برس کے بعد سے شروع ہوتی ہیں اور جو ضبطِ تحریر میں آنے تک عقیدت مندوں کے حافظوں میں محفوظ رہیں۔ اسی لیے باوجود تری پٹک کے اس دعوے کے کہ گوتم بدھ نے خدا کے بارے میں بحث کو بے سود بتایا اور روح سے انکار کیا ہے، ہم مہایان فرقے کے اس بیان سے متفق ہیں کہ گوتم نے خدا کا اقرار کیا، اسے واجب الوجود اور مختارِ کُل بتایا اور وہ روح کے وجود پر بھی ایک گونہ یقین رکھتے تھے۔

اس کی تفصیلات اصل کتاب میں آئیں گی، البتہ ناظرین کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ گوتم بدھ کے انتقال سے تقریباً تین سو برس بعد سے ہمارے پاس ان کے حالات اور تعلیمات جاننے کا کافی مواد ملتا ہے۔ گو اس مواد کا ایک حصہ تاریخی حیثیت سے غیر موثق ہے لیکن

پھر بھی محقق کے لیے اس انبارِ خذف میں بہت سے لعل و جواہر مل سکتے ہیں۔ اور سالک کا فرض ہے کہ وہ تلاشِ حق اور جستجوئے صداقت میں غواصی سے باز نہ آئے۔ وہ کتابیں جن میں بودھ مذہب اور اس کے بانی کے متعلق اس طرح کا مواد ملتا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

نمبر۱۔ تری پٹک[1] یعنی تین ٹوکریاں۔ یہ کہنے کو تین ہی ہیں لیکن ہر ایک ٹوکری میں کئی کئی کتابیں ہیں۔ اس لیے ان کی تفصیل بتا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

(۱) پہلی پٹک (ٹوکری)۔ اس کا نام ونیا پٹک[2] ہے، یعنی سنگھ کے لیے احکام۔ اس میں تین کتابیں شامل ہیں (ا) سوتّ وی بھنگ[3] یعنی پتی موکھ مع شرح اور حواشی (ب) کھنڈک[4] (ج) پریوار پاٹھ[5] ان کتابوں میں پتی موکھ اور کھنڈک کا انگریزی ترجمہ رائس ڈیوڈس نے VENYA TERTS کے نام سے کر دیا ہے۔

(۲) سوتّ پٹک[6] (ٹوکری) یعنی بودھ مذہب کے عام ماننے والے لوگوں کے لیے موعظے۔ اس میں مختلف سرخیوں کے ماتحت بہت سی کتابیں شامل ہیں۔ سرخیاں یہ ہیں:

(۱) ڈِگھ نکایہ[7]۔ یہ چونتیس رسالوں کا مجموعہ ہے جن میں سے مہاپرنی بھان بہت مشہور ہے۔ ان میں سات کا ترجمہ برنوف اور گوگرلی نے کیا ہے۔

---

(۱) TRIPITAKA I - III (۲) Vinaya Pitaka

(۳) Sutta Vibhanga (۴) Khandaka

(۵) Privara Patha

(۶) Sutta Pitaka (۷) Digha Nikaya A' Maha Parini Bhana

(۲) مجھم[1] نکایہ ۔ اس میں ۱۵۲ رسالے ہیں اور ان کو ڈاکٹر ٹرنکنر نے ترتیب دیا ہے۔

(۳) سموت[2] نکایہ ۔ یہ مسلسل نظمیں ہیں۔

(۴) آم گتر[3] نکایہ ۔ یہ پٹک بھر میں سب سے بڑا مجموعہ ہے اسی میں کھڈک[4] نکایہ بھی ہے جس میں (الف) کھڈک[5] پاٹھ ہے جس کا چلڈرس نے ترجمہ کیا ہے (ب) دھم پد[6] ہے جس کا میکس مُلر نے ترجمہ کیا ہے۔

(ج) اُدان[7] یا وہ گیت ہیں جو گوتم نے بڑی خوشی میں ذاتی مبلات کے طور پر گائے ہیں۔ ہر گیت کے ساتھ اس کا موقع نزول بھی دیا گیا ہے۔ (د) اِتی وُتکم[8] ایک سو دس اقتباسات ہیں جو گوتم کے مختلف مواعظ سے لیے گئے ہیں۔ (ر) سوت نپٹ[9] نظمیں ہیں۔ ان کا ترجمہ پروفیسر فوسبول نے کیا ہے۔ (س) وِمان وتھو[10] جنت کے محلوں کے متعلق (ش) پیتو تھو[11] ارواح غیر مجسم کے بارے میں (ص) تھیرا گاتھا[12] راہبوں کے لیے نظمیں (ض) تھیری گاتھا[13] راہبہ کے لیے نظمیں۔ (ط) جاتک[14] ۔ ۵۵۰ کہانیاں ہیں جن کا ترجمہ رائس ڈیوڈس نے Buddish Birth Stories کے نام سے کیا ہے۔ (ظ) ندیش[15] ۔ سوت نپٹ کے آخری نصف کی شرح (ع) پتی سمبدھا[16] ۔ ارہت کی باطنی قوت کا بیان۔ (غ) اپدان[17] ۔ بودھ ارہتو کا قصہ۔ (ف) بدھ ونش[18] ۔ ۲۴ بدھوں کے حالات۔

---

[1] Majjhima Nikaya [2] Sumyutta Nikaya [3] Amguttara Nikaya [4] Khuddaka Nikaya Conisting of [5] Khuddak patha [6] Dhamma-pada [7] Udana [8] Itti-Vuthaka [9] Sutta-Nipata [10] Vimana Vatthu [11] Petavatthu [12] Thera-gatha [13] Theri-gatha [14] Jataka [15] Niddesa [16] Patisambhida [17] Apadana [18] Buddhavansa.

(ق) کاریۂ پٹک۔ وہ نظمیں ہیں جن میں گوتم کے پچھلے جنموں کی کرامتیں بیان کی گئی ہیں۔

(۳) ابھی دھم۔ اس تیسری پٹک میں بہت سی کتابیں ہیں۔ ان کی تفصیل یہ ہے:

(الف) دھم سنگنی۔ مختلف دنیاؤں میں زندگیوں کا بیان۔
(ب) وی بھنگ۔ ۱۸ مختلف رسالوں کا مجموعہ۔
(ج) کتھا وتھو۔ ایک ہزار بحث طلب مسائل۔
(د) پگل پناتی۔ ذاتی خصوصیات کی تشریح۔
(ر) دھاتو کتھا۔ عناصر کے بارے میں۔
(س) یمک۔ ظاہری اضداد کے متعلق۔
(ش) پتھن۔ حیات کے اسباب

ان تمام کتابوں کے مجموعے کو تری ٹپک (وینا پٹک، سوت پٹک اور ابھی دھم) یا تین ٹوکریاں کہتے ہیں۔ اور یہ بودھوں کی سب سے مقدس اور قدیم کتابیں مانی جاتی ہیں۔ یہ سب پالی زبان میں ہیں۔

(۲) پٹک کی شرحیں۔ یہ بدھ گھوش نے پانچویں صدی عیسوی میں اس وقت لکھیں جب انھوں نے تری پٹک کا سنگھالی سے پالی میں پھر سے ترجمہ کیا۔ ان میں سے جو اس وقت موجود ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) Cariya Pitaka (۲) Dhamma Sangani (۳) Vibhanga

(۴) Katha Vatthu (۵) Puggala-Pannati

(۶) Dhatu Katha (۷) Yamaka (۸) Patthana

(۱) سمانت پاسدکا - ونیا کی شرح — Sammanta-Pasadika

(۲) کنکھ وترانی - پتی موکھ کی شرح — Kankha Vitarani

(۳) سمنگل ویلاسنی - دگھ نکایہ کی شرح — Sammangala Vilasini

(۴) پپنکا سدنی - مجھم نکایہ کی شرح — Papancha-Sudani

(۵) سرتھ پرکاشنی - سمیت نکایہ کی شرح — Saratthа-ppakasini

(۶) منورتھ پورنی - انگوت نکایہ کی شرح — Manoratha-Purani

(۷) پرمتھ جوتکا - کھدک پاٹھ اور سوت نپٹ کی شرح — Paramattha-katha

(۸) دھم پد اٹھ کتھا - دھم پد کی شرح — Dhammapada-Atthakatha

(۹) پرمتھ دیپنی - اودان، ومان وانھو، پتاوت تھراگاتھا اور تھری گاتھا کی شرح

Paramattha - Dipani

(۱۰) ابھی دھمت دیپنی - اتی وتک کی شرح — Abhidhammattha Dipani

(۱۱) جاتک اٹھ کتھا - جاتک کی شرح — Jataka Atthakatha

(۱۲) سدھم پجوتکا - ندیس کی شرح — Saddhamma ppajjotika

(۱۳) سدھم پکاسنی - پتم بھد کی شرح — Saddhamma-ppakasini

(۱۴) ویسدھ جن ویلاسنی - اپدان کی شرح — Visuddha jana Vilasini

(۱۵) مدھورتھ ویلاسنی - بدھ ونس کی شرح — Madduratthа Vilasini

(۱۶) کاریہ پٹک اٹھا کتھا - کاریہ پٹک کی شرح — Cariya Pitaka Atthakatha

(۱۷) اٹھا سالنی - دھم سنگنی کی شرح — Attha Salini

(۱۸) سموہ ونودنی - وبھنگ کی شرح — Sammoha Vinodani

(۱۹) پنکا پکرن اٹھا کتھا - ابھی دھم کی آخری پانچ کتابوں کی شرح

Pancappakarana Attha Katha

(۳) للت وستارا ۔ یہ سنسکرت زبان میں تھی ۔اس کا ترجمہ چھٹی صدی عیسوی میں تبتی زبان میں کیا گیا۔ اس کا کچھ حصہ نثر میں ہے کچھ نظم میں۔ اصل سنسکرت کتاب کے بارے میں کچھ پتا نہیں چلتا کہ کب لکھی گئی۔ اس میں گوتم کے سوانح بیان کیے گئے ہیں اور بہت مبالغے سے کام لیا گیا ہے۔ اس کا ترجمہ مختلف مغربی زبانوں میں ہو گیا ہے۔

(۴) تبتی بیانات ۔ یہ زیادہ تر للت وستارا پر مبنی ہیں۔ ان کو سکندر کوما نے انگریزی میں منتقل کر دیا ہے۔

(۵) مہا بھینشکرمن سوتر ۔ یہ بھی سنسکرت زبان میں لکھی گئی تھی۔ اس میں گوتم کے گھر چھوڑنے کے حالات ہیں۔ یہ چھٹی صدی عیسوی میں چینی زبان میں منتقل ہوئی جس سے اس کا انگریزی میں ترجمہ ہو گیا۔

(۶) مالا لنکا راوتو ۔ یہ پالی زبان سے برمی میں ۱۷۷۳ء میں منتقل کی گئی اور اس سے انگریزی میں ترجمہ ہوئی۔ یہ لنکا کی مقدس کتابوں پر مبنی ہے۔

(۷) ان کے علاوہ مختلف قصے کہانیاں ہیں جنھیں اسپنس ہارڈی نے Manual of Buddhism میں جمع کیا ہے۔

(۸) دھم پد ۔ سوتانپت اور تھری گاتھا میں جو گیت ہیں ان کا ترجمہ سونڈرس نے Heart of Buddhism کے نام سے کیا ہے۔

(۹) مشہور کسان لیڈر راہل سانکرتیاین نے ۱۹۴۲ء میں ایک کتاب "بدھ چریہ" لکھی ہے۔ یہ ہندیان نقطۂ نظر سے لکھی گئی ہے۔ مہایان ،اور یہ لنکاہ "بھگوان گوتم بدھ" پیش کرتی ہے جو جناب بدھنت بودھا نند جی مہاستور اور پنڈت چندرکا پرشاد جگیسو نے ہندی میں شائع کی ہے۔ ایک

کے علاوہ مہابودھی سوسائٹی، کالج اسکوائر کلکتہ سے ایک ماہواری رسالہ نکلتا ہی جس میں برابر اس مذہب کی نئی سے نئی دریافتیں تحقیق کر کے نکلتی رہتی ہیں۔ اسی طرح لنکا سے "بدھسٹ کرانیکل سیلون" کے ذریعے اس مذہب کے بارے میں اطلاعات بہم پہنچانے کی کوشش کی جارہی ہی۔ سارناتھ (بنارس) میں بھی اب کام ہونے لگا ہی اور بہت کچھ مواد وہاں سے دستیاب ہو سکتا ہی۔

نمبر ۱۰۔ اُردو میں اس وقت تک جو کچھ کام کیا گیا ہی وہ حسب ذیل ہی:-

(الف) ۱۹۰۰ء میں شیو نراین شمیم نے ایک سوانح عمری گوتم بدھ کی لکھی تھی جو دوبارہ طبع نہ ہو سکی۔

(ب) مولوی امیر احمد علوی صاحب بی، اے جج نیچ نے "گوتم بدھ" کے نام سے ایک مختصر رسالہ لکھا جو الناظر، لکھنؤ نے شایع کیا۔

(ج) ایک مسلم ادیب نے "بدھ کی کہانی پتھروں کی زبانی" لکھی جو اب دستیاب نہیں ہوتی۔

(د) ایک برہمو سماج مشنری نے بھی اُردو میں ایک مختصرسی سوانح عمری لکھی تھی جس کا ذکر شیو نراین شمیم نے کیا ہی مگر جو اب کہیں نہیں ملتی۔

(ہ) شیو نراین شمیم صاحب نے ایک کتاب "بدھ" دو حصوں میں پیش کی ہی۔ ایک حصہ مسٹر اسٹراس کی انگریزی کتاب کا ترجمہ ہی۔ دوسرا حصہ بطور ضمیمے کے خود شمیم کا ہی۔ یہ کتاب بہت سی نئی معلومات سے پُر ہی اور اس کا مطالعہ بہت ہی مفید ہوگا۔

نمبر ۱۱۔ استوپ، سٹھ، بت، تصویریں، چرخ، ظروف اور مختلف طرح کی بودھی یادگاریں روز بروز برآمد ہوتی جاتی ہیں اور ان کی مدد سے

بہت کچھ ہمارے علم میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

(الف) حال میں جاوا کا عظیم الشان بودھی مندر زمین سے برآمد ہوا ہے جس سے اس مذہب کے فروغ کے بارے میں بہت کچھ معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

(ب) بودھی زمانے کے فنِ مصوّری اور سنگ تراشی کے بے نظیر نمونے چین، جاپان، تبّت اور ہندستان میں ملے۔

(ج) کپل وستو اور لُمبنی باغ کا تعین ہوگیا ہے اور یہاں کے کھنڈرات سے بہت سے ظروف اور زیور ملے ہیں۔

(د) وہ مقام بھی گیا کے قریب متعین ہوگیا ہے جہاں بدھ کو انکشاف ہوا تھا۔ وہاں مندر بھی ہے اور بودھی درخت بھی۔

(ر) سارناتھ میں بھی کھدائی ہوئی ہے۔ یہی "دشتِ غزالاں" ہے۔ یہیں بدھ نے سب سے پہلا وعظ کہا تھا۔ کوسی نگر (کسیا) کمبھی اور سراوستی کا بھی پتا چل گیا ہے۔ راج گڑھ بھی مل گیا ہے اور وہ غار بھی جہاں بدھ قیام کیا کرتے تھے۔

(س) نالندہ یونیورسٹی کا محلِ وقوع بھی مل گیا ہے اور اس کے کھنڈر بھی۔

(ش) حیدرآباد دکن میں اشوک کی کندہ کرائی ہوئی ایک تحریر بھی مل گئی ہے اور الورا اجنٹا کے غار بھی۔ اعلیٰ حضرت نظامِ دکن نے ان کے انتظام اور دیکھ بھال کے لیے ایک محکمہ آثارِ قدیمہ بھی قائم کردیا ہے جس کی رپورٹوں سے بہت سی مفید باتیں معلوم ہوسکتی ہیں۔

(ص) بھوپال میں سانچی ٹوپ بھی مل گیا ہے۔ اور مرحومہ ہزہائنس بیگم صاحبہ نے صرفِ کثیر سے اس کی مرمّت کرادی ہے اور اس کے متعلق

اطلاعات چھپوا دی ہیں۔

(ض) کارلی، ناسک، کہنری اور اورنگ آباد میں بھی بودھ مذہب کے غار ملے ہیں جن میں بدھ کی مورتیاں وغیرہ ملی ہیں۔ ان سب سے بہت کچھ معلومات حاصل ہوئی ہیں۔

(ط) افغانستان، مصر اور امریکہ میں بھی بودھ مندروں کے کھنڈر نکلے ہیں اور بہت سی مورتیاں، مجسّمے اور تصویریں برآمد ہوئی ہیں، جن سے اس مذہب کے عالم گیر ہونے کا پتا چلتا ہے۔

غرض ان تمام ذریعوں سے ہم گوتم بدھ کے سوانح، ان کی تعلیمات ان کی اشاعت اور ان میں تبدیلیوں کے بارے میں بہت کچھ معلوم کر سکتے ہیں۔

علاوہ ان کتابوں کے جو اوپر مذکور ہوئیں یا ان کتبوں، ٹنکوں، کھنڈروں اور بتوں کے جن سے بہت کچھ مواد ملتا ہے۔ اگر ناظرین مزید معلومات حاصل کرنا چاہیں تو ان کے لیے حسب ذیل کتابوں کا مطالعہ بہت مفید ثابت ہوگا۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس موضوع پر ۱۹۴۲ء تک مختلف مغربی زبانوں میں تقریباً پانچ ہزار کتابیں شائع ہو چکی ہیں، اس لیے [illegible] مشتے نمونہ از خروارے ہے۔

Nalinaksha Dutt — Early History and Spread of Buddhism

E. Hopkins — The Religions of India

E. H. Brew — The life of Buddha in the Pali Canon

Geiger of	The Mahavamsa
E. B. Cowell	The Jatak
J. Barth	History of Religions in India
C. Elliot	Hinduism and Buddhism
R. F Johnstone	Buddhist China
J. Legge	Travels of Fahien
S. Beal	Buddhist Records of the Western World
T Watters	On Yuan Chwang
I. T. sing	A record of Buddhist, religion as practised in India and Malay Archipelago
S. Beal	Life of Hiven Tsiang by HuiaLi
P. N. Bose	Indian Teachers in China
A. Cunningham	Ancient Geography of India
S. Beal	Catalogue of Buddhist Tripitaka as known in China and Japan
Ralston	Tibetan Tales
Hodgson	Essays on the Language, Literature and Religion of Nepal and Tibbet

Edkins	Religion in China
R. C. Douglas	Confucianism and Taxism
P. K. Mookerjee	Indian Literature in China and the Far East
K. J. Saunders	Heart of Buddhism
A. B. Keith	Karma Mimamasa
K. J. Saunders	Gautama Buddha
K. J. Saunders	Buddhist Ideals
H. Oldenberg	The Buddha
T. W. Rhys Davids	Early Buddhism
Bishop Bigandet	Gaudam the Burmese Buddha
H. Kern	Manual of Buddhism
Bishop Copleston	Buddhism, Primitive and Present
H. Hackmann	Buddhism as a Religion
H. Warren	Buddhism in Translations
Bhikkhu N. janatilaka	Word of the Buddha
Paul Dhalke	Buddhist Essays
Lakshmi Narayan	Essence of Buddhism
A. Lloyd	Creed of Half Japan

T. Herada	Faith of Japan
Col. Waddell	Lamaism
Shive Zen Aung	A Compendiam of Buddhism
Mrs. C. A. F. Rhys Davids	Buddhist Psychology
J. A. Graham	On the Thresh-hold of three closed Lands
H. G. Moule	Spirit of Japan
Mrs. C. A. F. Rhys Davids	Bnddhism

ظاہر ہو کہ پالی زبان سے ناواقفیت کی وجہ سے مصنف کو صرف ترجموں پر بھروسا کرنا پڑا ہو اور اس لیے اس کی راے میں باوجود صحت کی کوشش بلیغ کے طرح طرح کی غلطیوں کا امکان ہو۔

علم دوست اصحاب سے امید ہو کہ وہ اس کی فروگزاشت کو درگزر فرمائیں گے اور اس مختصر رسالے سے زیادہ جامع و موثق کتاب اس موضوع پر لکھ کر اُردو کو تہی دامانی کے الزام سے بچائیں گے۔ مصنف ان تمام اصحاب کا شکرگزار ہو جنھوں نے اس رسالے کی تیاری میں مدد دی یا بودھ مذہب کی کتابیں فراہم کرنے میں اس کے لیے آسانیاں بہم پہنچائیں۔

(محمد حفیظ سید)

باب اوّل

"گوتم سے پہلے کا ہندستان"

ہمارا یہ ملک جسے ہم ہندستان کہتے ہیں، ایک برّاعظم کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ بہت وسیع ہے، زرخیز ہے، اور مختلف اقوام کے لوگوں کا مسکن ہے۔ اس کے اصلی باشندے کون تھے، اس کا پتا نہیں۔ لیکن آریہ نسل کے آنے سے پہلے یہاں دراوڑی نسل کے لوگ رہتے تھے۔ یہ وحشی اور جنگلی نہ تھے، بلکہ اپنی تہذیب، اپنا تمدن، اور اپنی زبان رکھتے تھے۔ زمانۂ حال کی تحقیقات[1] نے ایسے آثار ڈھونڈھ نکالے ہیں جن سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ دراوڑ مہذب و متمدن زندگی بسر کرتے تھے اور بہت سی ایسی صنعتوں سے واقف تھے جو آج کل کے میکانکی دور میں بھی بہت ہی حیرت انگیز معلوم ہوتی ہیں۔

---

[1] Mohenjo Daro. Indus Valley Civilisation by Sir John Marshall.

آریہ کہاں سے آئے

ان دراوڑوں کو جنوب کی طرف ڈھکیلتی ہوئی شمال مغرب سے وہ قوم آئی جو آریہ کہلاتی ہے اور جس کی نسل سے ہونے کا ہندستانی آبادی کا بڑا حصہ دعوے دار ہے۔ یہ لوگ کہاں سے، اور کس زمانے میں آئے، اس کے متعلق بھی اہلِ تاریخ میں اختلاف ہے۔ کچھ مورخین کا خیال ہے کہ آریہ قطب شمالی کے پاس کے ملکوں، یعنی ناروے، سویڈن اور ڈنمارک سے آئے، اور یورپ کے اکثر ملکوں میں پھیلتے ہوئے کوہ قاف پہنچے، پھر ایران میں بسیرا لیتے ہوئے ہندستان آئے۔ بعض تاریخ داں کہتے ہیں کہ ان کا مولد وسطِ ایشیا ہے، اور یہ وہیں سے یورپ و ایشیا میں پھیلے۔ فرشتہ[1] صفت، چند اہلِ تاریخ ایسے بھی ہیں، جو لنکا کو حضرت آدم کا مولد بنا کر، نسلِ انسانی کی ابتدا وہیں سے کرتے ہیں، اور آریہ کو ہندستان سے ہوتا ہوا وسطِ ایشیا تک لے جاتے، اور پھر اپنی پہلی منزل کی طرف پلٹا لاتے ہیں۔ تازہ ترین تحقیق یہ بتاتی ہے کہ ان کا اصلی مولد وہ خطۂ زمین ہے جس کو آج کل بوہیمیا اور آسٹریا کہتے ہیں اور اس کی مدعی ہے کہ آریہ یہیں سے یورپ اور ایشیا میں پھیلے۔

ان تمام مورخین نے اپنے بیانات کے ثبوت میں جو دلائل و براہین پیش کیے ہیں، ان کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ اتنی بات پر سب متفق ہیں کہ آریہ ہندستان میں شمال و مغرب کی طرف سے آئے اور تقریباً تین ہزار قبلِ مسیح تک آئے۔ یہ بھی مسلّم ہے کہ ایک بار نہیں آئے بلکہ سیکڑوں برس تک مختلف ٹولیوں اور گروہوں میں آتے رہے۔

---

[1] تاریخ فرشتہ

اور جس جس طرح آبادی میں زیادتی ہوتی گئی یا نئے نئے ملکوں میں بسنے
کی ضرورت پیش آتی گئی وہ شمالی ہند میں پورب کی طرف برابر بڑھتے
رہے یہاں تک کہ پنجاب، یوپی اور بہار کے مغربی حصے ان کے مسکن
خاص بن گئے اور 'آریہ ورت' کے نام سے پکارے جانے لگے۔

آریوں کی مقدس کتابیں

اِس زمانے کے حالات کا اگر کچھ پتا چل سکتا ہے تو آریوں کی ان مقدس
کتابوں سے، جن کو وید کہا جاتا ہے۔ وید چار ہیں۔ رگ[1] وید۔ یجر[2] وید۔
سام[3] وید۔ اتھرو[4] وید۔

ان کی قدیم زبان سنسکرت ہے، جو موجودہ سنسکرت سے مختلف ہے۔
ہندوؤں کا خیال ہے کہ وید الہامی کتابیں ہیں اور یہ ابتدائے آفرینش
میں جس کو ۱۹۵۵۸۸۵۰۴۴ برس[1] ہوئے۔ پرمیشر کے خاص بندوں
کے ذریعے ہم تک پہنچائی گئیں۔

وید[2] زیادہ تر نظم میں ہیں اور ان کے اشعار منتر کہلاتے ہیں، ان
منتروں کے مجموعے کو سنتھا یا سنگھیتا کہتے ہیں۔ وید کے تمام اشعار یا منتروں
کی کوئی تفسیر نہیں دستیاب ہوتی جس کی وجہ سے ان کے مطالب کے
بارے میں سنسکرت دانوں میں بڑے بڑے اختلاف ہیں پھر بھی ویدوں

---

۱ یورپین مورخین اس دعوے کو نہیں مانتے اور وہ مختلف دلائل کے ذریعے ویدوں
کا زمانہ قائم کرتے ہیں۔ یہ لوگ رگ وید کو سب سے پُرانا تسلیم کرتے ہیں اور اس کا
زمانہ حضرت عیسٰی سے ڈھائی تین ہزار برس پہلے بتاتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ویدوں
کے مختلف حصے مختلف زمانوں میں بتائے اور لکھے گئے ہیں۔

۲ ویدی ادب کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ لالہ لاجپت رائے کی
تاریخ ہند حصہ اول پر مبنی ہے۔

کے بعد سب سے قدیم کتب میں ایک سلسلہ تفاسیر کا ایسا موجود ہے، جن میں بعض منتروں کے معانی اور مواقع استعمال بتلائے گئے ہیں۔ اس سلسلۂ تفاسیر کو برہمن کہتے ہیں۔

اس طرح کی برہمن (تفسیریں) رگ وید سے متعلق دو ہیں۔ آتیترے اور کوشیتکی۔ یجر وید کی دو۔ شت پتھ اور تیترے۔ سام وید کی تین، تانڈیا، سدوبیش اور چھاندوگیہ۔ اتھر وید سے متعلق کوئی برہمن نہیں ہے۔

(ب) ویدوں اور برہمنوں کے علاوہ، دس اور مقدس کتابیں ہیں، جن کو اپنشد کہتے ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں۔ کین، پرشن، منڈک، مانڈوکیہ، ایش، ایترے، چھانڈوگیہ، تیترے، برہدارنیک، اپنشد کے لفظی معنی ہیں بھید۔ یعنی اپنشد وہ اسرارِ الٰہی ہیں جن کے جاننے سے اُس ذات جلّ جلالہٗ کے بارے میں علم حاصل ہوتا ہے۔

(ج) ان کے علاوہ ویدی ادب میں اُپ وید بھی شامل ہیں۔ وہ چار ہیں:

(۱) دھنر وید یعنی فنِ حرب

(۲) گاندھرو وید یعنی علمِ موسیقی

(۳) ارتھ وید یعنی فنِ صنعت و حرفت

(۴) آیور وید یعنی علمِ طب

(د) اس ویدی ادب کے کما حقہٗ حاصل کرنے اور سمجھنے کے لیے حسبِ ذیل علوم کا جاننا ضروری ہے، ان علوم کو ویدانگ کہتے ہیں:۔

(۱) سکھشا (علم تلفظ یا قرآت)

(۲) چھند (عروض)

(۳) ویاکرن (صرف و نحو)

(۴) نیروکت (لغت وتشریح الفاظ)

(۵) جیوتش (علمِ ہیئت)

(۶) کلپ یا دھرم شاستر (احکامِ مذہب)

ان کتب کے دیکھنے سے جو باتیں اصولی حیثیت سے ظاہر ہوتی ہیں وہ یہ ہیں :-

ویدوں کا مذہب اور اس زمانے کی معاشرت

یہ لوگ بہت ہی مذہبی تھے لیکن حقوقِ شہریت کا زیادہ لحاظ نہ کرتے تھے، غیر آریہ کا قتل[لے] وغارت اِن کے نزدیک کوئی جُرم نہ تھا۔ فاتح مفتوح پر مالکانہ تصرف کرسکتا تھا۔ وہ مختلف قبیلوں میں منقسم تھے اور قبیلے خاندانوں میں۔ دولت وامارت کے لحاظ سے بھی اختلاف وتفریق زیادہ نہ تھی، یعنی نہ کوئی خاص طور سے امیر تھا اور نہ کوئی بہت زیادہ غریب۔ وہ مختلف دیوتاؤں پر یقین رکھتے تھے اور انھیں سے اکثر مظاہرِ فطرت وقدرت تھے۔ مثلاً اگنی (آگ) اندر (بارش) ورن (ہوا) وغیرہ۔ اِن کے علاوہ ان سب سے اعلیٰ اور برتر ایک ذات کو بھی مانتے تھے جس کو وہ برہما کہتے تھے۔ آریہ سماجی اور سناتن دھرم مذاہب میں اسی میں اختلاف ہو کہ آیا یہ جو دیوتاؤں کے مختلف نام لیے گئے ہیں وہ برہما کے صرف صفات ہیں یا اُن کی الگ ہستی بھی ہو۔[۱۲] آریہ سماج دیوتاؤں کو الگ ہستی نہیں مانتے بلکہ ان ناموں کو برہما کے صفات مانتے ہیں۔ سناتن دھرم ان کو الگ ہستیاں بھی مانتے ہیں اور صفات بھی۔ اتنے پر تو سب متفق ہیں کہ ویدوں کے

لے رائس ڈیوڈس   ۱۲ لاجپت رائے

زمانے میں نہ تو مورتیاں تھیں اور نہ مندر اور یہ دونوں چیزیں بعد میں بڑھائی گئی ہیں۔

برہما کو سب ازلی و ابدی مانتے ہیں۔ ذیل میں دیے ہوئے وید کے دو منتر اس کے شاہد ہیں:۔

۱۔ "اُس وقت نہ استت تھا نہ ست۔ نہ زمین تھی نہ آسمان۔ کوئی چیز ان پر حاوی ہونے والی نہ تھی کیا اور کس کے لیے کچھ ہوتا؟ یہ گہرا سمندر بھی اس وقت کہاں تھا۔

۲۔ یہ دنیا جس سے پیدا ہوئی ہی وہی ایک اسے دھارن کرنے والا ہی جو اس وسیع آسمان میں ہی اور اس پر قادر ہی وہی اس کے بارے میں جان سکتا ہی"۔

ویدی آریوں کو روح کا بھی یقین تھا اور ان کا خیال تھا کہ روح ہمارے جسم سے ایک علیحدہ چیز ہی جو جسم کے فنا ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہی۔

لیکن ویدوں کے کچھ ہی دنوں بعد اس سادہ مذہب میں مختلف طرح کے رسوم شامل ہوگئے اور برہمن (تفسیراتِ وید) انھیں رسوم پر مبنی ہیں۔ ان میں یگیہ یا یجن (قربانی) کرنے کا بڑا زور ہی۔ ہون ہر یگیہ کا ضروری جزو ہی۔ ہون میں دیوتاؤں کے خوش کرنے کے لیے خوشبودار چیزیں جلائی جاتی ہیں اور خاص خاص منتر پڑھے جاتے ہیں۔

اپنشدوں میں زندگی اور موت کے مختلف مسائل پر فلسفیانہ اور عالمانہ بحث کی گئی ہی اور ان کا رجحان سراسر ویدانت (تصوف) کی جانب ہی۔ اور انھیں سے ہندوؤں میں "ہمہ اوست" اور "ہمہ ازوست" کا نظریہ رائج ہوتا ہی۔

ویدی مذہب میں تبدیلیاں
رامائن اور مہابھارت کا زمانہ

استداد زمانے سے باہری تمدن اور اندرونی نسلی اختلافات کے اثرات اس مذہب پر پڑنے لگے۔ اور ان میں بُت پرستی پھیلی۔ مندر بنے اور ذات پات[۱] کی تفریق پیدا ہوئی۔ مذہبی پیشوا، برہمن، لڑنے والے اور راج کرنے والے چھتری، تجارت و زراعت کرنے والے ویش کہلانے لگے اور غیر آرین قومیں اور نوکر چاکر شودر کے نام سے ملقب کی گئیں۔ مہابھارت اور رامائن جن زمانوں کا ذکر کرتی ہیں۔ اُن میں آریوں کی سادہ زندگی میں تصنّع و تکلّف کا درخور ہو گیا تھا۔ وید کے زمانے میں شہر نہ تھے۔ لوگ چھوٹے چھوٹے قبیلوں میں منقسم تھے اور گاؤں میں رہتے تھے۔ ان کی سیاسی زندگی میں بھی سوائے بزرگ خاندان کے رعایا پرجا کی تعریف نہ تھی، لیکن رزمیہ[۲] نظموں کے زمانے میں شہر بن گئے تھے۔ لباس و غذا، معاشرت و معاش کی سادگی جاتی رہی تھی۔ راعی و رعایا کا فرق ظاہر تھا۔ راجا کے مرنے کے بعد راج رعایا کا نہ سمجھا جاتا بلکہ اس کے وارثوں کا۔ وہ اپنا ولی عہد خود چُننے لگا تھا۔ اور اس کے پاس پیشے ور سپاہیوں کی فوج رہنے لگی تھی۔ مذہبی حیثیت سے بھی بقول لالہ لاجپت رائے "ویدوں کی ایشور پرستی پر دیوتا پرستی کا

---

[۱] کاموں کے لحاظ سے اس طرح کی تقسیم رگ وید کے اس منتر میں موجود ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ "برہمن اس کا (ایشور کا) منھ ہے۔ چھتری (بازو) ویش (ٹانگیں) اور شودر (پاؤں) لیکن اس سے یہ تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ ذات پات کی سخت پابندیاں اسی وقت سے عائد تھیں۔ یہ پابندیاں خاص طور سے منو شاستر کے بعد سے بڑھی ہیں۔

[۲] رامائن اور مہابھارت۔

کلس چڑھ چکا تھا۔ ویدک دیوتاؤں کی جگہ وشنو اور شیو زیادہ ہر دل عزیز ہو گئے تھے۔ اور یگیوں کا سلسلہ بھی بہت پیچ در پیچ ہو گیا تھا۔ رامائن میں مہاراج رام چندر جی کو اور مہابھارت میں شری کرشن کو وشنو کا اوتار کہا گیا ہے۔ یہ اوتاروں کا خیال بھی ویدک خیال نہیں۔"

انھیں گروہ روحانیین کے ساتھ ساتھ کچھ فلسفی ایسے بھی تھے جو خدا کے قائل نہ تھے اور روح و مادے کو ازلی و ابدی مانتے تھے۔ اسی گروہ سے آگے بڑھ کر جین[1] مذہب بنا۔

ان مختلف نظریوں کا یہ نتیجہ تھا کہ گوتم بدھ کی پیدائش کے وقت صرف آریہ ورت میں ۶۲ نظریے انسانی حیات و ممات کے متعلق رائج تھے۔ چنانچہ دیگھ اور مجھم نکایہ[2] میں جو گوتم بدھ کے مکالمے دیے ہوئے ہیں۔

---

[1] جین مذہب کے اصلی بانی پارس ناتھ تھے جو آٹھویں صدی ق م میں پیدا ہوئے مگر اس کی خاص تنظیم مہاویر وردھمان نے کی۔ یہ ۵۹۹ ق م میں پیدا ہوئے اور ویسالی کے حاکموں کی نسل سے تھے۔ ان کا انتقال ۵۲۷ ق م میں ہوا۔ جین مادہ اور روح دونوں کو ازلی و ابدی مانتے ہیں اور خدا کے موجود بالذات ہونے کے قائل نہیں ہیں۔ یہ چوبیس تیرتھنکروں (ہادی) کے قائل ہیں۔ ان میں سے مہاویر آخری تیرتھنکر تھے۔ ان کے دو فرقے ہیں ڈگمبر اور سویتامبر۔ ڈگمبر ننگے رہتے ہیں اور سویتامبر سپید چادر سے جسم کو ڈھکتے ہیں۔ ان کے نزدیک اہنسا (کسی جاندار کو نہ ستانا) سچ بولنے، چوری نہ کرنے، تمام پونجی چھوڑنے اور پاک زندگی بسر کرنے سے موکش (نجات) حاصل ہوتی ہے۔ یہ خودکشی کو سب سے بہتر موت سمجھتے ہیں اور اپنے جسم کو آزار دینا ان کے نزدیک سب سے اچھا کام ہے۔ جین لفظ جن سے بنا ہے۔ مہاویر کو جن کا درجہ حاصل ہوا اس لیے ان کے ماننے والے جینی کہلائے۔ [2] رائس ڈیوڈس۔ امریکن تقریریں۔ بودھ مذہب اس کی تاریخ اور اس کا ادب صفحہ ۳۱ - ۳۳ -

ان میں ان نظریوں کا ذکر کیا گیا ہے اور ہر ایک کو باطل کر کے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ بدھ نے جو نظریہ ان امور کے متعلق پیش کیا ہے، وہی صحیح ہے۔ ان کی فہرست اختصار کے ساتھ یہ ہے:

۱تا۴ ششت واد۔ وہ لوگ جو تین طرح کے دھیان کے ذریعے یا منطقی استدلال کی وجہ سے یہ یقین رکھنے لگے ہیں کہ دُنیا ظاہری اور انفرادی روحیں غیر فانی ہیں۔

۵ تا ۸ الگ ستیکا۔ وہ لوگ جو چار طریقوں سے اس پر یقین رکھتے ہیں کہ بعض روحیں فانی ہیں اور بعض غیر فانی۔

(الف) وہ لوگ جو اس کا یقین رکھتے ہیں کہ خُدا ازلی و ابدی ہے لیکن انفرادی روحیں ایسی نہیں ہیں۔

(ب) وہ لوگ جو اس کا یقین رکھتے ہیں کہ تمام دیوتا ازلی و ابدی ہیں لیکن انفرادی روحیں ایسی نہیں ہیں۔

(ج) وہ لوگ جو یقین رکھتے ہیں کہ بعض بڑے دیوتا ازلی و ابدی ہیں۔

(د) وہ لوگ جو اس کا یقین رکھتے ہیں کہ جسم کی شکلیں فانی ہیں، لیکن کوئی ایسی چیز ہے جو دل و دماغ یا شعور کہا جا سکتا ہے اور وہ ازلی و ابدی ہے۔

۹-۱۲۔ انت نیتکا۔ وہ لوگ جو محدود و لا محدود کے متعلق منطقی بحثیں کرتے ہیں۔

(الف) وہ جو دُنیا کو محدود جانتے ہیں۔

(ب) وہ جو دُنیا کو لا محدود جانتے ہیں۔

(ج) وہ جو دنیا کو دونوں مانتے ہیں۔
(د) وہ جو دنیا کو دونوں نہیں مانتے۔
۱۳-۱۶۔ امر دکھیپکا۔ وہ لوگ جو بدی و نیکی کے بارے میں گول گول باتیں اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ڈرتے ہیں۔
(الف) کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ صاف صاف رائے ظاہر کرنے میں ان کو نقصان پہنچے۔
(ب) وہ ڈرتے ہیں کہ کہیں انھیں اس طرح کی چیزوں سے لگاؤ نہ پیدا ہو جائے جس سے بعد میں تکلیف پہنچے۔
(ج) وہ ڈرتے ہیں کہ کہیں کوئی اچھا مناظر ان کو قائل نہ کردے۔
(د) یا محض اس لیے مانتے ہیں کہ ان کے ذہن کند ہیں اور وہ بے وقوف ہیں۔
۱۷-۱۸۔ ادِھک سمپنیکا۔ ایسے لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ اشیا کی اصل بغیر کسی علت کے بتائے ہوئے بھی سمجھی جا سکتی ہے۔
۱۹-۵۰۔ ادھم رگھتکا۔ وہ لوگ جو اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ روح مستقبل میں موجود رہے گی۔
(الف) سولہ طرح کے نظریات ہیں جو اس کے دعوے دار ہیں کہ موت کے بعد ایک شعوری وجود رہے گا۔
(ب) آٹھ طرح کے ایسے نظریات ہیں جن میں ایک غیر شعوری وجود کا دعویٰ کیا گیا ہے۔
(ج) آٹھ طرح کے ایسے نظریات ہیں جن میں اس قسم کے وجود کا دعویٰ کیا گیا ہے جو شعوری و غیر شعوری کے مابین ہو۔

۵۱-۵۷- اچھید واد ۔ وہ لوگ جو یہ بتاتے ہیں کہ سات قسموں میں سے کسی ایک قسم کی روح ہے لیکن وہ مرنے کے بعد بالکل فنا ہو جاتی ہے۔ یہ لوگ ابدی ہلاکت کے معتقد ہیں۔

۵۸-۶۲- دِٹھ دھم سنبھان واد ۔ وہ لوگ جو اس کے مدعی ہیں کہ روح ہے اور اس دُنیا میں اور جہاں کہیں بھی ہو مسرتِ کامل حسب ذیل طریقوں سے حاصل کر سکتی ہے:-

(الف) حواسِ خمسہ کے پورے اور مکمل استفادے اور لذت سے۔

(ب) ایک تفتیشی محویت یا استغراق کے ذریعے سے (پہلا جھان یا دھیان)

(ج) ایک غیر انتشاری ذہنی لذّت یابی کے ذریعے جس میں تجسس و تحقیق کا کوئی میل نہ ہو۔ (دوسرا جھان یا دھیان)

(د) ایک ذہنی آسودگی کے ذریعے جس میں نہ مسرت ہو، نہ درد ہو، اور نہ تجسس۔ (تیسرا جھان دھیان)

(ہ) ایک ایسی ذہنی آسودگی جس میں طہارت و پاکیزگی کا احساس بھی شریک ہو۔ (چوتھا جھان یا دھیان)

یہ فہرست گو بہت لمبی ہے۔ لیکن ذرا سے غور و تامل سے یہ ظاہر ہو جائے گا کہ اسے مبالغہ آمیز نہیں کہا جا سکتا۔ بات یہ ہے کہ آریہ بوہیمیا آسٹریا اور ہنگری سے چل کر ایشیا آئے وہاں سے ایران و افغانستان اور کشمیر کو طے کرکے ہندستان پہنچے۔ جہاں خود ایک مہذّب و متمدن قوم موجود تھی، وہ جس جس طرح آگے بڑھتے جاتے تھے، انھیں نئے نئے خیالات اور نئے نئے نظریات سے سابقہ پڑتا جاتا تھا، یہاں تک کہ جب وہ بنگال کی سرحد تک مشرق میں اور ہمالیہ کے دامنوں تک شمال میں پہنچے

تو انھیں مختلف طرح کے نفسیاتی مابعد الطبیعیاتی اور اخلاقی مسائل کے بارے میں مختلف نظریات ملتے جاتے تھے اور وہ ہر طرح کے نظریات کو اپنے فلسفے میں جگہ دیتے چلے جاتے تھے، اس لیے گوتم بدھ نے جو روح کے متعلق ۶۲ نظریے بیان کیے ہیں وہ سب اس وقت موجود پائے جاتے ہیں۔ جدید تعلیم یافتہ حضرات کی آسانی کے لیے ان تمام نظریوں کو اختصار کے ساتھ آج کل کی اصطلاح میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے:

(۱) Animism ایسا گروہ جو روح کا قائل تھا اور اس کا مدعی کہ بے جان چیزوں تک میں روح ہے۔ اسی وجہ سے بت پرستی، ستارہ پرستی، آتش پرستی وغیرہ رائج ہوئی اور یہی لوگ بھوت پریت، دیوی دیوتا وغیرہ کے قائل تھے۔

(۲) Polytheism کثرت پرستی۔ ایسا گروہ جو مظاہر قدرت میں روح مانتا تھا۔ (جیسا کہ ویدوں کے دیوتاؤں کے بارے میں مانا جاتا ہے) یا جو ایک سے زائد خدا کا قائل تھا۔

(۳) Pantheism وحدت وجود اور ہمہ اوست کا عقیدہ، وہ گروہ جو ایک علت العلل روح کا قائل تھا اور اس بات کا مدعی کہ سب اسی کے مظاہر ہیں۔ ویدانت کا فلسفہ، تصوف کی طرح، اسی نظریے پر مبنی ہے۔

(۴) Dualism ثنویت۔ وہ گروہ جو روح و مادے کو دو مستقل جوہر مانتا تھا (جیسے کہ جین مذہب والے) انھیں کے ساتھ وہ لوگ بھی تھے جنھیں ہم مادیئین اور لاادریئین کہہ سکتے ہیں۔ ان سب میں جو امر مشترک تھا وہ یہ تھا کہ جسم و مادے سے الگ روح کوئی شے ضرور ہے۔

اور اس روح کی مکمل آسودگی و مسرت و راحت کے لیے مختلف طریقے بتائے جا رہے تھے۔ کوئی ہون پر زور دیتا تھا، کوئی قربانی پر، کوئی بتوں کی پرستش پر، کوئی ارواحِ خبیثہ کے مناسبے پر، کوئی دھیان و گیان پر تو کوئی جسم کو طرح طرح کے آزار پہنچانے اور خودکشی کر لینے پر۔

گوتم کی پیدائش کے وقت کا ماحول

غرض گوتم بدھ کی پیدائش کے وقت کا ماحول یہ تھا کہ لوگ ویدوں کے کتب الٰہی ہونے کا یقین رکھتے تھے، سنسکرت کو دیویاتی زبان مانتے تھے۔ منو کے قانون کے مطابق عوام کو اس کے حاصل کرنے کی اجازت نہ تھی۔ روزمرہ کی زندگی کے لیے ایک نئی طرح کی زبان بولی جاتی تھی جسے پراکرت کہتے تھے۔ یہ پراکرتیں ہر صوبے کی الگ الگ تھیں۔ اور بہار و دامنِ ہمالہ میں پالی زبان کا رواج تھا، مذہب میں رسوم کا زور تھا، قربانی، ہون، اور یگیہ کی کثرت تھی۔ نسل کی پاکیزگی کے خیال میں شدت تھی، ذات پات کی بندشیں سخت ہو گئی تھیں۔ پیشے خاندانی ہو گئے تھے، مذہبی پیشواؤں نے برہمن کا لقب اختیار کر کے نجات و آخرت کا اپنے کو واحد مالک و مختار تسلیم کرا لیا تھا۔ راہب، سادھو، جوگی، رشی، جنگلوں اور پہاڑوں میں رہنے لگے تھے، روح میں یقین عام تھا، تناسخ کا ہر شخص قائل تھا۔ دیہاتیوں کی زندگی میں اب بھی سادگی تھی اور کھیت زیادہ تر مشترکہ تھے لیکن شہروں کی زندگی میں تصنع و تکلف تھا، ملک مختلف حصّوں میں تقسیم تھا۔ چھوٹے چھوٹے راجا تھے جو آپس میں لڑا کرتے تھے اور ایک بڑی سلطنت کے قیام کی کوششیں کیا کرتے تھے۔ رعایا اور راجا کا فرق نمایاں ہو گیا تھا اور عوام جن میں ویش

اور شودر شریک تھے، اپنی بے چارگی اور بے بسی محسوس کرنے لگے تھے۔ ان حالات میں گوتم بُدھ نے اخلاقی تعلیمات کا ایک ایسا درخشاں مرقع پیش کیا کہ جس سے قدامت پسندی کی نظریں خیرہ ہو گئی ہندستانی زندگی میں ایک انقلابِ عظیم ہوا اور ملک میں مساوات و اخوت کی لہر دوڑ گئی۔
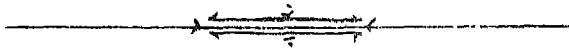
باب دوم

"گوتم بدھ کے سوانح"

کپل وستو

اس طرح کے ہندوستان میں کپل وستو مقام پر جو بنارس سے ایک سو میل اتر پورب میں دریائے روہنی[1] کے کنارے واقع تھا، حضرت عیسیٰ کی پیدائش سے پانچ سو برس پہلے ایک آریہ قبیلہ ساکھیہ[2] رہتا تھا۔ اس قبیلے کے پورب میں لچھاوی قبیلہ رہتا تھا۔ اور وہ سلطنت تھی جو مگدھ کے نام سے بعد میں بڑھنے اور مشہور ہونے والی تھی۔ ساکھیہ کے اتر میں مغل قوم کے بنجارے رہتے تھے اور پچھم میں آریہ ورت تھا۔ مغرب میں جو ساکھیہ کا قریب ترین ہم سایہ تھا وہ سراوستی کا راجا تھا۔ اس میں اور مگدھ کے راجا میں ہمیشہ رسہ کشی ہوتی رہتی تھی اور اس طرح ساکھیہ قبیلہ ایک حد تک درمیانی دیوار ہونے کی وجہ سے آزاد تھا۔ اس قبیلے کے لوگ زیادہ تر مویشیوں کو چراتے اور دھان کی کاشت کرتے تھے۔ ان کھیتوں کے لیے پانی ایک اور ندی سے لیتے تھے جسے ہان کہتے تھے۔ اس ندی کے اُس پار ایک اور قبیلہ رہتا تھا جو کولین کہلاتا تھا۔

---

[1] آج کل سرہا ندی کہلاتی ہے۔ [2] کچھ مورخین کا خیال ہے کہ ساکھیہ کا لفظ شاک سے مشتق ہے اور اس طرح یہ قبیلہ شاک قوم کی طرح مغل تھا۔ لیکن جمہور مورخین کو اس سے اختلاف ہے اور وہ اس ساکھیہ قبیلے کو جس میں گوتم پیدا ہوئے آریہ ہی مانتے ہیں۔

پیدائش اس کولین قبیلے کے راجا کی دو لڑکیوں کی شادی ساکھیہ قبیلے کے راجا شدھودھن سے ہوئی۔ بدقسمتی سے ان میں سے کسی کے بطن سے ایک زمانے تک کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ بالآخر بڑی دعاؤں، قربانیوں اور منتوں کے بعد بڑی بہن[1] جب ۴۵ برس کی ہوئی تو اسے حمل رہا۔ جب زمانۂ ولادت قریب آیا تو وہ اس ارادے سے میکے چلی گئی کہ زچہ خانہ وہیں ہو۔ لیکن جب رانی لمبینی[2] باغ میں پہنچی تو دردِ زہ شروع ہو گیا اور وہ مجبوراً ایک درخت کے نیچے لیٹ گئی۔ یہیں ہونے والے بدھ زیرِ آسماں پیدا ہوئے، راجا شدھودھن کو خبر دی گئی، جشن منایا گیا اور زچہ و بچہ کپل وستو واپس لائے گئے۔

بدھ کی ماں ولادت کے ساتویں دن بعد اس دنیا سے سدھار گئیں اور بچے کی تربیت سوتیلی ماں یا حقیقی خالہ کے ذمے رہی۔ یہ مبارک ولادت ۶۲۴ ق، م[3] یا ۵۶۸ ق، م، میں ظہور پذیر ہوئی۔

نام اس امر میں روایات میں اختلاف ہے کہ آیا ان کا سب سے پہلا نام سدھارتھ ہے یا گوتم۔ لیکن موجودہ تحقیق یہ بتاتی ہے کہ سدھارتھ کے

---

[1] ان کا نام مہامایا تھا۔ انھیں بودھوں میں وہی عظمت حاصل ہے جو عیسائی مذہب والوں میں حضرت مریم کو۔ [2] اس وقت یہ مقام رامندیئی کے نام سے موسوم ہے۔ یہ نیپال اسٹیٹ میں ہے اور جنگلوں میں واقع ہے۔ یہاں سے قریب جو ندی ہے اسے تیل دریا کہتے ہیں۔ یہی نام پرانی مذہبی کتابوں میں بھی ہے۔ (دیکھو ضمیمہ)

[3] بدھ اور اس کا مت، مترجمہ شیو نراین شمیم میں ۶۲۴ ق م دیا ہوا ہے، لیکن اگر اشوک کی تاج پوشی سے حساب لگایا جائے تو وہ ۵۶۸ ق، م میں پیدا ہوئے۔ دیکھو ص ام وفات کے سن کی تحقیق۔

متعلق شک کی گنجائش ہو اور گوتم کے متعلق اس کے ثبوت موجود ہیں کہ وہ ابتدائے عمر سے آخر عمر تک اسی نام سے پکارے جاتے رہے۔ سدھارتھ البتہ خطاب معلوم ہوتا ہے یہ خطاب بھی اسی طرح کا ہے جس طرح کے دیگر خطابات معتقدین نے بعد میں دیئے۔ مثلاً ساکیہ منی، ساکیہ سنہا، سگتھ، تتھاگت، بھاگوا، لوک ناتھ اور دھرم راج وغیرہ۔ اس لیے اس جلیل القدر ہستی کو گوتم ہی کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔

شادی

گوتم کے بچپن کے حالات متعدد کتابوں میں ملتے ہیں۔ جو حیرت انگیز تفصیلات اس زمانے کے متعلق ملتی ہیں وہ بعد کی عقیدت مندی کا نتیجہ ہیں۔ بہرحال اتنا امر مسلم ہے کہ صغر سنی ہی میں ان کی شادی ایک شاہزادی سے جو حسین و مہ جبیں تھی اور جو غالباً گوتم کی ماموں زاد بہن بھی تھی، کر دی گئی۔ اس بیوی کے نام کے متعلق بھی اختلاف ہے لیکن اجماع اس پر ہے کہ وہ یسودھرا، کنکتا یا یشودھرا کہلاتی تھیں۔ دکھنی بودھ کہتے ہیں صرف ایک ہی بیوی پر اکتفا کرتی ہیں لیکن چینی اور تبتی تین بیویاں بتاتے ہیں۔ یشودھرا، گوتمی اور منوہرا۔ تبت والے بھی تین ہی بیویاں بتاتے ہیں۔ لیکن ان کے کچھ نام مختلف ہیں۔ یشودھرا اور گوپا اور اتپالاوانا یا مرگاجا۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یشودھرا کو اس کی شہرت اور خود اس کی نیکی کی وجہ سے مختلف خطابات دیئے گئے ہیں۔ اور بعد میں انہی خطابات نے مختلف شخصیتوں کی صورتیں اختیار کرلی ہیں۔ چنانچہ آج کل کے مورخین صرف یشودھرا کو جو ہر روایت میں مشترک ہے گوتم کی بیوی مانتے ہیں اور یہ بتاتے ہیں کہ گوتم کا بیٹا راہل انہی کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ شادی کے بعد سے انتیس سال تک گوتم کے

حالات کا سوائے ایک مبالغہ آمیز حکایت کے کوئی پتا نہیں چلتا۔ ناظرین کی دلچسپی کے لیے وہ قصہ درج ہے۔

فنونِ جنگ میں مہارت

راویانِ بودھ مذہب کا بیان ہے کہ گوتم سِنِ بلوغ کو پہنچے تو انھوں نے اس زمانے کے ان تمام علوم و فنون کو حاصل کرنا ترک کر دیا جن کا جاننا شاہزادے کے لیے ضروری تھا اور اپنا سارا وقت مہ جبیں یشودھرا کی پرستاریٔ حسن میں صرف کرنے لگے۔ وہ اندرونِ محل کی رنگ رلیوں میں اس طرح محو ہو گئے کہ انھوں نے باہر آنا جانا ترک کر دیا۔ یہ بات خاندان کے مردوں کو بہت بُری لگی اور وہ راجا شدودھن کے پاس شکایت لے کر پہنچے کہ "اگر صاحب زادے کے یہی ڈھنگ رہے تو ہم پر راج کر چکے" جب اس شکایت کی خبر گوتم کے کانوں تک پہنچی تو انھوں نے خاص طور سے ایک دن اپنے تمام ہنر دکھانے کا مقرر کیا اور راج بھر میں ڈھنڈورا پٹوا دیا کہ شاہزادے سے جس فن میں جس کا جی چاہے اس دن آکر مقابلہ کرلے۔ چنانچہ لوگ جوق در جوق آئے اور شاہزادے سے مقابلے ہوئے لیکن ہونے والے بُدھ اس وقت کے تمام سپاہیانہ ہنروں میں جن کی تعداد ۱۲ یا ۱۸ بتائی جاتی ہے سب سے بازی لے گئے اور سب کو مان لینا پڑا کہ راج میں وہ سب سے سورما اور جواں مرد ہیں۔[1]

---

[1] مغربی مورخین اس قصے کو دو وجہوں سے غلط مانتے ہیں۔ (۱) ایک تو یہ کہ دکنی روایات اسے شادی کے بعد کا واقعہ بتاتی ہیں اور شمالی روایتیں شادی کے پہلے کا (۲) دوسرے یہ کہ اس مقابلے کا حال حد درجہ مبالغہ آمیز الفاظ میں لکھا گیا ہے۔ لیکن انصاف پسندی اس مقابلے کو سچا مان لینے میں دقت محسوس نہیں کرتی۔ مبالغہ آمیز حصص کو نکال کر یہ بالکل ممکن ہے کہ دونوں مواقع پر مقابلہ ہوا ہو (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷ پر)

اس واقعے کے بعد انتیسویں سال تک کی زندگی پردۂ خفا میں ہے۔ اس سال سے گوتم میں وہ ذہنی انقلاب رونما ہوا جس نے ان کی ساری زندگی بدل دی۔ عقیدت مندوں کا بیان ہے کہ اس سال ایک دیوی ان کے سامنے چار بھیس بدل کر آئی۔ پہلے ایک بوڑھے کسان کی صورت میں۔ پھر ایک مریض کی شکل میں۔ تیسری بار ایک سڑی ہوئی لاش کی حیثیت سے اور چوتھی بار ایک سادھو کے قالب میں۔ اس سے عجیب تر بات یہ کہتے ہیں کہ گوتم نے اس وقت تک یہ چیزیں دیکھی نہ تھیں۔ اور اب بھی جو نظر آئیں تو سوائے ان کے اور ان کے مصاحبِ خاص چنا کے کسی نے نہ دیکھا۔

ظاہر ہے کہ آج کل کی دنیا میں وہ لوگ جو دیوی دیوتاؤں پر یقین نہیں رکھتے۔ وہ ان تمام بیانات کو زیادہ اہمیت نہیں دے سکتے۔ لیکن ان بیانات سے یہ ضرور مترشح ہوتا ہے کہ گوتم رنگ رلیوں میں سارا وقت نہیں صرف کر رہے تھے بلکہ انھیں زندگی اور اس کے مسائل کے حل کے بارے میں خاص فکر تھی اور اپنے مصاحب چنّا سے ان امور پر بحث بھی کرتے تھے۔ بہت ممکن ہے کہ اسی سلسلے میں انھوں نے کسی دن کسی مریض یا ضعیف، یا مُردے کو دیکھ لیا ہو اور اس سے تلخ علائق زندگی کا اثر اور زیادہ گہرا پڑ گیا ہو۔ اتفاق سے یہ زمانہ وہ تھا جب ان کی بیوی حمل سے تھی اور خود گوتم کے گھر میں ایک نئی زندگی کا ورود ہونے والا تھا۔ بہرحال زندگی اور اس کے مسائل کے حل کی طرف اُن کی

(صفحہ ۳۶ کا بقیہ حاشیہ) اور گوتم اپنے قبیلے میں سب سے اچھے سپاہی ثابت ہوئے ہوں۔ ہر مذہب کے بانی غیر معمولی شخصیت رکھتے تھے اور گوتم کے غیر معمولی ہونے میں شبہ نہیں کیا جا سکتا۔

توبہ کا پیدا ہو جانا ایک قدرتی سی بات ہے۔ پھر عنفوان کی شادی اور جوانی
کی گرمیوں کے ٹھنڈا پڑ جانے کے بعد متانت کا بڑھ جانا اور تفکر کا زیادہ
ہو جانا یقینی ہے۔ غرض وہ سوچ رہے تھے کہ کیا کیا جائے کہ ایک تارک الدنیا
جوگی سے بھی ملاقات اور گفتگو کی نوبت آگئی اور اس طرح کے بزرگ سے
سوائے اس کے اور کیا امید کی جا سکتی ہے کہ انھوں نے گوتم پر دنیا
کی بے ثباتی ظاہر کی ہوگی۔ سب کا یہی حال بتایا ہوگا۔ اور یہی ترغیب
دی ہوگی کہ وہ ان بندھنوں کو توڑ کر کہیں جنگلوں میں جا کر تپیا کریں
اور ابدی مسرت حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

راہل کا پیدا ہونا

چنانچہ راویوں کا بیان ہے کہ گوتم اسی مرد فقیر سے
گفتگو کرنے کے بعد ایک باغ میں جا کر بیٹھے
ہوئے زندگی کے اس جنجال سے چھوٹنے کے مسئلے پر غور ہی کر رہے تھے کہ
خبر ملی کہ ان کی بیوی کی امیدوں کے باغ میں پھل آیا اور لڑکا پیدا ہوا۔
گوتم پر جو اس خبر کا اثر ہوا وہ دو باتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ ایک تو یہ
کہ انھوں نے یہ خبر مسرت افزا پانے کے بعد جو سب سے پہلا فقرہ
کہا وہ یہ تھا کہ "مجھے یہ نیا اور مضبوط رشتہ بھی توڑنا ہی پڑے گا" دوسرے
جب وہ گھر پلٹے تو وہ خوش نہ تھے بلکہ متفکر و مغموم۔

شہر میں چراغاں تھا۔ محل کے پھاٹک پر شادیانے بج رہے تھے
لوگ ایک دوسرے کو خوش ہو کر تہنیت دے رہے تھے۔ مگر نیا باپ
مضطر تھا، پریشان تھا، اُلجھنوں میں گرفتار تھا۔ زنان خانے میں داخل
ہوتے وقت ایک چھوٹی سی لڑکی نے ایک گیت سے خیر مقدم کیا، جس
میں اس بات کی تکرار تھی کہ "سب خوش ہیں، باپ خوش، ماں خوش

اور وہ بیوی جس کا شوہر فردِ فرید ہو اور بیٹا چاند کا ٹکڑا "گوتم کو "خوش" کا لفظ ایسا بھایا کہ انھوں نے گلے کا ہار اُتار کر اس نازنین کو پہنا دیا۔ وہ تو سمجھی کہ منظورِ نظر بنی اور یہ یہی سوچتے آگے بڑھ گئے کہ سچّی خوشی حاصل بھی ہو سکتی ہے یا نہیں!

ترکِ دُنیا

اسی شب میں بارہ بجے گوتم نے چنّا کو رتھ تیار کرنے کا حکم دیا، اور خود بیوی اور بچے پر الوداعی نظر ڈالتے اپنے کمرے میں گئے۔ دونوں میٹھی نیند میں تھے۔ جی چاہا کہ پارۂ جگر کو آغوشِ مادر سے اٹھا کر اپنے کلیجے میں بھرلیں، لیکن پائے استقلال میں لغزش کے ڈر سے بڑھتے ہوئے ہاتھ کو روک دیا، اور دونوں محبوبوں پر حسرت بھری نظر ڈال کر دولت و ثروت، جاہ و حشمت، تخت و تاج کو ٹھوکر مار کر محل سے باہر نکل گئے۔

وہاں چنّا مع رتھ کے موجود تھا بس سمندایِ بادپا کو تیز بھگاتے ہوئے اپنی ریاست پار کی، اور سسرال کے راج کی آخری حدود سے باہر نکل کر انوما ندی کے کنارے آکر رُکے وہاں انھوں نے سارے جواہرات اور شاہی کپڑے اُتار کر چنّا کے حوالے کیے کہ انھیں مع رتھ کے واپس لے جائے۔ اس وفادار نے سمجھانے کی کوشش کی، مگر ان کے تو دل کو لگی تھی، وہ بھلا کہاں سماعت کرنے والے تھے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ اچھا تو مجھی کو پہلا چیلا بنا لیجئے مگر انھوں نے نہ مانا۔ ماتا پتا کو اطلاع دینا ضرور تھا، وہ چنّا کے گئے بغیر ممکن نہ تھا۔ مجبوراً اسے تعمیلِ حکم کا وعدہ کرنا ہی پڑا۔ انھوں نے اپنے لمبے بال کاٹ ڈالے اور ایک راہرو سے کپڑے بدل کر، چنّا کو بسورتا چھوڑ کر راج گرہ کی گھاٹیوں کی طرف

چل دیے۔ ۵

نکل گھر سے راہ اس نے جنگل کی لی
نہ شدھ بدھ کی لی اور نہ منگل کی لی

ریاضت

راج گرھ[1] اس وقت مگدھ کا دار السلطنت تھا، یہ ایک ایسی وادی میں واقع تھا جس کے چاروں طرف پہاڑیاں ہیں۔ ان پہاڑیوں میں اس وقت کے بڑے بڑے راہب اور درویش رہتے تھے۔ اور ان کے علم و فضل کا شہرہ دور دور تھا۔ گوتم انہیں بزرگوں میں سے ایک کی خدمت میں، جن کا نام نامی الآرہ تھا، حاضر ہوئے اور ان سے تعلیم حاصل کرتے رہے۔ جب الآرہ کا نظریہ انھیں مطمئن نہ کرسکا، تو دوسرے فلسفی اُدرک سے درس لیتے اور ہندو فلسفۂ زندگی سیکھتے اور سمجھتے رہے۔ اُس وقت اس فلسفے کے چھ مدرسے رائج تھے اور ان میں سب سے زیادہ ریاضت و جسم آزاری کا اصول مقبولِ عام تھا۔

چنانچہ گوتم نے حلقۂ درس چھوڑا اور اُرو لا جنگل میں، جو بدھ ہوگیا کے قریب ہے، چھ برس تک پانچ چیلوں کے ساتھ طرح طرح کی ریاضت و جسم آزاری کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ وہ گھل کر کانٹا ہوگئے۔ آخرکار ایک دن جب وہ مابعد الطبیعیاتی مسائل پر غور کرتے ہوئے آہستہ آہستہ ٹہل رہے تھے، کمزوری و لاغری کی وجہ سے گر کر بیہوش ہو گئے۔ جب شاگرد ہوش میں لائے تو گوتم نے جسم آزاری اور ریاضت ترک کردی۔ اور اسی دن سے پھر کھانا پینا باقاعدہ طور پر شروع کردیا۔ اور اس کا اعلان کردیا کہ تپسیا اور ریاضت ان مسائل کا کوئی تسکین دہ حل

---

[1] راج گرھ اب راج گیر کہلاتا ہے۔ بمبسار (۵۹۸ سے ۵۴۳ ق م تک) نے جو شہر یہاں بسایا تھا اس کے آثار اب بھی ملتے ہیں۔

پیش نہیں کر سکتی۔ پانچوں شاگرد اُن کی اس حرکت پر بہت خفا ہوئے اور انھیں گم کردہ راہ سمجھ کر ساتھ چھوڑ کے بنارس چلے گئے!

دماغی انتشار شاگردوں کے جانے کے بعد گوتم حد درجہ دماغی ہیجان اور روحانی بے اطمینانی میں گرفتار رہے۔ ان کی اس کیفیت کو بودھ مذہب کی کتابیں روشنی اور تاریکی کی طاقتوں کے مقابلے کی صورت میں پیش کرتی ہیں۔ اُن کا بیان ہے کہ "جب نجات دہندۂ عالم اور شہزادۂ خباثت کے درمیان جنگ چھڑی تو ہزاروں خوفناک ستارے ٹوٹ کر گرے۔ بادل گھر آئے اور تاریکی پھیل گئی۔ سمندر زلزلوں کے جھٹکوں کی وجہ سے بلند ہو گیا، دریاؤں کا دھارا مخزنوں کی طرف پلٹ گیا، پہاڑوں کی وہ چوٹیاں جن پر لا تعداد درخت صدیوں سے اُگ رہے تھے پاش پاش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ ایک طوفانِ عظیم نے سارے عالم میں تلاطم بپا کیا۔ تصادم کا شور آفت خیز اٹھا خود سورج نے اپنے کو بھیانک تاریکی میں چھپا لیا اور بے سر کے بھتنوں کی کثرت سے فضا مکدر ہو گئی[۵۱]۔

ان مبالغہ آمیزیوں سے چشم پوشی کرتے ہوئے یہ ماننا پڑے گا کہ گوتم نے جب تپسیا اور جسم آزاری کے ذریعے گوہر مراد نہ پایا اور انھیں وہ اطمینانِ قلب نہ نصیب ہوا جس کی تلاش میں انھوں نے تخت و تاج اور بیوی بچے چھوڑا تھا تو وہ حد درجہ مایوس اور شکستہ دل ہوئے اور فطری طور پر ان کا جی چاہا ہو گا کہ 'رواقیت'[۵۲] کی جگہ لذتیت[۵۳] پر عمل کریں اور ان کے قلب و دماغ میں ایک ہنگامہ سا برپا رہا

---

۵۱ رائس ڈیوڈس۔ ۵۲ Epicurianism ۵۳ Stoicism

ہوگا۔ اس کیفیت کو بے وفا شاگردوں کے چھوڑنے نے اور بڑھا دیا ہوگا۔
بہر حال وہ مدد رجہ پریشان اور مضطرب اس دن یا دو ایک روز بعد
نرنجارا ندی کے ساحل کی طرف چلے۔ دن کا کھانا پاس کے گاؤں کی
ایک لڑکی نے جس کا نام سنجاتا[1] تھا انھیں لاکر دیا، وہ ایک پیپل کے
درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور کھانے کے بعد بھی وہیں بیٹھے غور کرتے
رہے۔

بُدھ ہونا دماغی ہیجان اور روحانی کشمکش برابر جاری رہی، یہاں
تک کہ دن ڈھلا اور آفتاب غروب ہونے لگا۔ دفعتہً
سورج کی آخری کرنوں کے ساتھ ساتھ گوتم کے ذہن میں ایک چمک
سی پیدا ہوئی اور انھوں نے باطن کے اس اجالے میں وہ حل پالیا
جس کی جستجو میں وہ اتنے دنوں سے مصائب و آزار جھیل رہے تھے۔
انھیں معلوم ہوا کہ جیسے ان سے کوئی کہہ رہا ہو کہ صرف صفائے باطن
اور محبتِ خلق ہی میں فلاحِ ابدی کا راز مضمر ہو اور انسانی تکالیف
سے چھٹکارا پانے کے یہی دونوں ذریعے ہیں۔ اسی نوری کیفیت اور
ارتقا یا انکشاف کے بعد وہ بدھ یا روشن ضمیر کہلانے لگے اور یہ درخت
بودھی پیڑ یا روشن پیڑ کہا جانے لگا۔

اس کے بعد کی حالت کو گوتم کے الفاظ میں یوں بیان کیا گیا ہے:
"جب میں نے یہ جان لیا تو میری روح خواہش کی برائیوں سے،
دنیاوی زندگی کی آلائش سے اور غلطی و جہالت کے فواحش سے آزاد
ہوگئی۔ اس آزاد کو اپنی آزادی کا علم ہوا۔ دوبارہ جنم لینے سے چھٹکارا

---

[1] یہ واقعہ اس دعوت کی یاد دلاتا ہے جو صفورا بنتِ شعیب نے حضرت موسیٰ کو دی تھی۔

مل گیا۔ مقدس دور ختم ہو گیا اور فرض پورا ہوا۔ میں اس دنیا میں پھر نہ آؤں گا یہ میں نے جان لیا[۵۱]

اب گوتم کے سامنے یہ سوال تھا کہ وہ اس حل کو اپنے ہی تک محدود رکھیں یا اپنے ایک پیغام کی صورت میں سارے عالم کو پہنچائیں۔ وہ جانتے تھے کہ "آریہ ورت" میں برہمنوں کا بڑا اثر ہے اور ان کے نظریات مقبولِ عام ہیں۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ انھوں نے جسم آزاری اور تپسیا کو ترک کر کے اپنے کو عوام میں ملعون اور بدنام کر لیا ہے۔ وہ اچھی طرح سمجھتے تھے کہ ان کا اپنے مشن میں کامیاب ہونا کوئی آسان کام نہیں، ان کے دل میں جو محبتِ عالم لہریں لے رہی تھی اس نے گوشۂ عافیت میں بیٹھنے کی سختی سے مخالفت کی اور وہ یہ ارادہ کر کے اٹھ کھڑے ہوئے کہ وہ اپنا حل، اپنا نظریہ، دنیا کے فائدے کے لیے ضرور پیش کریں گے، تاکہ ان کی طرح ہر ایک کو بار بار جنم لینے سے چھٹکارا ملے اور ہر ایک ابدی سکون و راحت حاصل کرے۔

غرض ان کے اس مشن نے انھیں نچلا نہ بیٹھنے دیا اور وہ اس کی اشاعت کے لیے چل کھڑے ہوئے۔ ان کا ارادہ تھا کہ سب سے پہلے وہ اپنا پیغام اپنے استادوں الاڑ[۵۲] اور ادرک کو پہنچائیں گے لیکن ان کی کٹیوں پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہ اس دنیا سے سدھار چکے۔ اب انھوں نے اپنے بے وفا چیلوں کی طرف رخ کیا۔ وہ بنارس میں تھے۔ ان کے یہاں راہ میں جاتے ہوئے اُپک [illegible] برہمن اوپک

---

[۵۱] اسٹوری آف بدھزم ۔ کے ۔ جے ۔ سانڈرس صفحہ ۲۳ ۔

[۵۲] جگیسو جی نے ان کا نام "ادرک" بتایا ہے۔

سے ملاقات ہوئی۔ اس نے جب بدھ کا خوشی سے چمکتا ہوا چہرہ دیکھا تو
پوچھا "خوش خوش کہاں جا رہے ہو" بدھ نے جواب دیا۔ "میں اعلیٰ
ترین قانون کا پہیہ چلانے جا رہا ہوں[۱]"۔ برہمن بدھ کے اس جواب
سے زیادہ خوش نہ ہوا کیونکہ وہ جپ تپ کا قائل تھا اور بدھ کو اس
لحاظ سے بد مذہب خیال کرتا تھا۔ لیکن گوتم نے اس کی بات کا کوئی
اثر نہ لیا اور آگے بڑھ گئے۔ چنانچہ روشن ضمیری کے دو ماہ بعد، ایک
دن غروب آفتاب کے وقت، بنارس سے تین میل شمال میں مگادیہ[۵۲]
کے مقام پر پہنچے۔ یہاں اس وقت ایک دشتِ غزالاں تھا اور یہیں
ان کے بے وفا چیلے مقیم تھے۔

سست عقیدہ شاگرد[۵۳] استاد کو آتا دیکھ کر تعظیم کے لیے نہ اٹھے
اور آپس میں یہ کہا کہ اگر یہ بد مذہب فقیر ہمارے پاس آئے تو اُسے
صحبت میں شریک نہ کیا جائے۔ بلکہ اس سے بیٹھنے کو بھی نہ کہا جائے۔
گوتم نے ان کے انداز سے یہ محسوس کر لیا کہ وہ ان لوگوں کی نظروں

۱۔ چرخ حیات۔ یہاں پر چرخ یا پہیئے سے مراد ایسے شہنشاہ کا رتھ یا پہیہ ہے جو سارے عالم کا فاتح ہو۔ بدھ کا یہ مطلب ہے کہ میں ایک ایسے قانون یا مذہب کو رواج دینے جا رہا ہوں جو سارے عالم میں پھیل کر رہے گا۔ بدھ کے اسی فقرے کی بنا پر پہیہ بدھ مذہب کا اسی طرح نشان بن گیا ہے جس طرح صلیب عیسائیوں کا اور ہلال مسلمانوں کا۔

۵۲۔ یہ مقام بعد میں دھمک کے نام سے موسوم ہوا۔ اشوک نے یہاں تیسری صدی ق۔م میں ایک یادگار بنوائی تھی۔ جسے چینی سیاحوں نے دیکھا تھا۔ اس کے آثار اب بھی موجود ہیں۔ اس مقام کا پتا ۱۸۶۲ء میں چلا اور اس سنہ کی آثارِ قدیمہ کی رپوٹ میں اس کی بہت سی تفصیلات موجود ہیں۔ یہ وہی مقام ہے جسے سارناتھ کہتے ہیں اور جو موجودہ زمانے میں ہندستان میں بدھ مذہب کی یونیورسٹی کی صورت اختیار کرنے والا ہے۔ ۵۳۔ ان کے نام یہ تھے۔ کونڈنیہ، وپ، بھدری، مہانام اور اشوجت۔

میں تپسیا ترک کرنے کی وجہ سے قابلِ احترام نہیں رہے اس لیے ان سے مخاطب ہو کر کہا "تم لوگ اب تک موت کے پھندے سے نہیں چھوٹے ہو اور غم و آلام و مصائب و تکالیف نے تمھارا ساتھ نہیں چھوڑا ہی۔ لیکن میں نے ایک ایسا راستہ پا لیا ہی کہ میں اب سارے عالم کی رہائی کر سکتا ہوں"۔

ان کج اعتقادوں کو یقین نہ آتا تھا۔ گوتم نے اسی وقت ان کو اپنا پورا نظریہ سمجھایا۔ یہ نیا مذہب جس طرح بُدھ نے ان چیلوں کو اپنے سب سے پہلے وعظوں میں سمجھایا تھا، "دھم کرتی پوتن سوت" میں موجود ہی اور ان کا انگریزی ترجمہ "رایس ڈیوڈس Buddhist S[illegible] کے نام سے کیا ہی۔ ان کی تفصیلی بحث بُدھ کی تعلیمات کے سلسلے میں آئے گی، لیکن تسلسلِ داستان کے لیے ان کا لبِّ لباب منشی امیر احمد علوی صاحب کی بے مثل اُردو میں سُن لیجیے:۔

خلاصۂ وعظ جو چیز جسم رکھتی ہی وہ مادّے سے بنی ہی۔ مادّہ غیر مستقل اور فانی ہی، اس لیے ہر جسم رکھنے والی چیز میں فنا کے جراثیم موجود ہیں۔

انسان حیاتِ جسمانی رکھتا ہی۔ اور اس کو فنا سے چارہ نہیں ہی۔ غم، کمزوری، بیماری اور موت فنا کے مدارج ہیں جب تک ناپاک خواہشیں باقی ہیں۔ حرص، فکر اور آرزو کا ساتھ رہے گا یعنی غم اور کمزوری نصیب ہوگی۔ جسم کو تکلیف پہنچا کر خواہش کو قطع کرنے کی کوشش خطرناک ہی، کیونکہ اس سعی میں اگر زندگی ختم ہو گئی تو موت اضطراری ہوگی اور آواگون سے نجات نہ ملے گی۔

جو چیز انسان کا تعلق مادّی دنیا سے رکھتی ہے وہ دل کی بُرائی ہے، جب تک دل میں ذرّہ برابر بدی باقی رہے گی دنیا کا علاقہ قطع نہ ہوگا۔ دل کی بدی کے ساتھ نیک اعمال فائدہ بخش نہیں کیونکہ نیکی کا ثمرہ ملے گا مگر بدی کی جزا میں دوبارہ زندگی اور موت کی مصیبت جھیلنا ہوگی۔ اور اس جنم میں معلوم نہیں نیکی کی توفیق ہو یا نہ ہو، اس لیے بغیر جسم کو تکلیف پہنچائے خواہشوں کو دور کرنا اور دل کا تمام عیوب سے صاف کرنا نجات کے لیے ضروری ہے۔ ہر ایک خواہش کا ہلاک کرنا لازمی ہے۔ عدم وجود کی خواہش بھی اتنی ہی خطرناک ہے جتنی کہ وجود کی۔ لہذا نیک اعتقاد، نیک نیت، نیک قول، نیک فعل، نیک زندگی، نیک کوشش، نیک خیال اور نیک مراقبے سے 'نروان' حاصل کرنا چاہیے یعنی تمام قوائے بدنیہ بے حس کر دیے جائیں اور زندگی موت کی مرادف بنالی جائے۔

مندرجہ بالا آٹھ نیکیوں کو عمل میں لانے اور بام نروان تک رسائی حاصل کرنے کے لیے چار زینے ہیں۔ پہلی سیڑھی دل کی بیداری ہے۔ یعنی غم اور شادی کا راز دریافت کرنے کی طلب۔ جب تلاش حق میں مرشدِ کامل تک رسائی ہوگئی تو یہ درجہ طے ہوگیا۔ دوسری سیڑھی ناپاک شہوات کو ترک کرنا اور عوض لینے کا خیال دل سے نکال ڈالنا ہے جب اس عہد پر ثابت قدم ہوا تو دوسرا زینہ بھی تمام ہوگیا۔ تیسری سیڑھی جہالت، شک وشبہ، حرص اور تمام کمینہ خصلتوں کو دور کرنا ہے۔ جب ان نقائص سے پاک ہوا تو لوح دل صاف ہوئی اور تیسرا درجہ حاصل ہوگیا۔ آخری سیڑھی عشق ومحبت کا سینہ بے کینہ پر نقش کرنا ہے، جس

طرح ماں اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر اپنے اکلوتے بچے کی نگرانی اور نگہبانی کرتی ہو اسی طرح طالبِ نجات کو ہر جاندار پر اپنی جان نثار کرنے کو تیار ہو جانا چاہیے۔

جس دشمن کو پہلے مغلوب کرنا چاہیے وہ خواہشِ نفسانی ہو اور آخری مہم عالم گیرِ عشق و الفت کا سوتے جاگتے دھیان رکھنا ہو۔

نہ قربانی کی ضرورت ہو نہ برہمنوں کی امداد کی، ہر انسان کی نجات خود اس کے ہاتھ میں ہو۔"

پانچ دن تک یہ موعظہ جاری رہا، چیلوں کے شکوک رفع ہوئے۔ وہ گوتم پر ایمان لائے اور انھوں نے حلقۂ عقیدت میں باقاعدہ شرکت کی خواہش کی۔ بدھ نے ان کی درخواست منظور فرمائی، ایک چھوٹی سی رسم ادا کی گئی اور وہ باقاعدہ سنگھ (انجمن) میں داخل کر لیے گئے۔ اسی دن سے سنگھ قائم ہوا اور اس میں داخلے کے وقت ہر ایک کو کہنا پڑتا ہو کہ "میں بدھ میں پناہ لیتا ہوں، میں شریعت میں پناہ لیتا ہوں، میں سنگھ میں پناہ لیتا ہوں۔"

گوتم نے اس دشتِ غزالاں میں تین ماہ قیام کیا ان کی روزانہ زندگی بدھ گھوش نے اپنی تفسیر میں یوں بیان کی ہو:

روزانہ زندگی

"محترم گوتم صبح تڑکے (تقریباً پانچ بجے) اٹھتے تھے اور ذاتی حاشیہ بردار کو تکلیف نہ دینے کے خیال سے پکارتے نہ تھے۔ بلکہ خود ہی ہاتھ منہ دھو لیتے تھے اور کپڑے پہن لیتے تھے، اس کے بعد بھیک مانگنے والے دورے کے قبل وہ کہیں تنہائی میں رہتے اور مراقبہ کرتے۔ جب وہ وقت آجاتا تو وہ تینوں

کپڑے (جو پبلک میں سنگھ کی ہر فرد کو پہننا پڑتا تھا) پہننے اور بھیک کا ٹھیکرا ہاتھ میں لے کر کبھی تنہا کبھی چیلوں کے ساتھ پاس والے گانو یا قصبے میں بھیک مانگنے کی غرض سے کبھی معمولی طور پر کبھی کرامتیں دکھاتے ہوئے تشریف لے جاتے تھے۔ راہ میں ان کے آگے آگے ٹھنڈی ہوائیں راستہ صاف کرتی ہوئی چلتی تھیں۔ پانی کے قطرے آسمان سے خاک بٹھانے کے لیے گرتے تھے۔ ابر ان کے سر پر سایہ افگن ہوتا تھا۔ گویا ان کو آفتاب کی تمازت سے بچانے کے لیے ایک شامیانہ تن جاتا تھا۔ دوسری ہوائیں آسمان سے ان کے لیے پھول لاکر بکھیر دیتی تھیں، ناہموار راستے برابر ہو جاتے تھے۔ ٹیڑھی راہیں سیدھی ہو جاتی تھیں تاکہ ان کا قدم نرم مقامات پر پڑے۔ اور وہ نازک پھولوں پر پانو رکھتے ہوئے چلیں، اور جب کہ وہ مکانوں کے دروازوں پر کھڑے ہوتے تو دفعتاً ان کے جسم سے چھ رنگی نور ساطع ہوتا تھا، جس سے ایک ورقِ زریں یا ایک شوخ رنگ بیرق کی طرح مکانات، دالان اور چھجے روشن ہو جاتے۔ چڑیاں اور جانور اپنی اپنی جگہوں سے نہایت نرم اور شیریں آوازوں میں ان کا خیر مقدم کرتے تھے۔ آسمانی نغمہ فضا میں گونجنے لگتا تھا۔ اور انسانوں کے جسم پر جو گہنے ہوتے تھے۔ وہ خود بخود جھن جھن بجنے لگتے تھے۔ جب یہ علامتیں ظاہر ہوتی تھیں تو لوگ سمجھ جاتے تھے کہ آج متبرک و مقدس بدھ خود بھیک لینے آئے ہیں۔ تب وہ اپنے شوخ رنگ کے بہترین کپڑے پہن کر ہاتھوں میں گلدستے اور ہار لے کر گلیوں میں نکلتے تھے، اور انھیں محترم بدھ کی خدمت میں نذر کر کے ایک دوسرے سے سابقہ کرتے اور کہتے تھے کہ "سرکار آج ہمارے

ساتھ کھانا کھاییے۔ ہم آپ کے دس رفیقوں کا یا بیس رفیقوں کا یا سو رفیقوں کے کھانے کا انتظام کر دیں گے"۔ یہ کہہ کر وہ ان سے بھیک کا ٹھیکرا لے لیتے تھے۔ اور اُن کے اور اُن کے رفیقوں کے لیے چٹائیاں بچھا کر اُس وقت کا انتظار کرتے تھے کہ کھانا ختم ہو۔ کھانے سے فراغت پاتے ہی محترم بُدھ ان کی سمجھ اور عقل کا لحاظ کر کے وعظ اس طرح کہتے تھے کہ ان میں سے بعض تو صرف بودھ مذہب اختیار کر لینے پر اکتفا کرتے تھے لیکن بعض راہِ مستقیم پر چلنے کی صلاحیت پیدا کر لیتے اور اعلیٰ مراتب پر پہنچ جاتے۔ اور جب وہ اس طرح عوام پر کرم فرما چکتے تو اپنی جگہ سے اٹھ کر جائے قیام پر چلے جاتے۔ اور وہاں وہ اکیلے دالان میں اس وقت تک بیٹھے رہتے جب تک ان کے سارے ساتھی اپنا کھانا ختم نہ کر لیں۔ جب حاشیہ بردار یہ اطلاع کرتا کہ سب نے کھانا کھا لیا تو وہ اپنے خاص کمرے میں چلے جاتے تھے۔ اس عنوان سے دوپہر کے کھانے کے پہلے تک بُدھ وقت صرف کرتے تھے۔ اس کے بعد وہ اپنے دروازے میں کھڑے ہو کر اخوان کو سنگھ کے ممبروں کو یوں نصیحت کرتے تھے۔ "میرے بھائیو! عمل میں سرگرمی و خلوص دکھاؤ، کسی بُدھ سے اس دنیا میں ملنا مشکل ہے۔ انسان بننا بھی بہت ہی مشکل ہے۔ ٹھیک موقع کا پا لینا بھی بہت مشکل ہے، دنیا کا ترک کرنا بھی بہت مشکل ہے، اور سچ کے سننے کا موقع پا لینا بہت ہی مشکل ہے"۔

تب چیلوں میں سے کچھ یہ استدعا کرتے تھے کہ کوئی ایسا موضوع بتا دیا جائے جو ان کے غور و فکر کے لیے موزوں ہو۔ اور وہ ہر ایک کی صلاحیت کے لحاظ سے ایسے موضوع بتاتے اور وہ

مراقبے کے لیے گوشوں میں چلے جاتے اور موضوع پر دھیان کرتے۔ وہ حضرت خود اس کے بعد اپنے خاص کمرے میں جو پھولوں سے بسا ہوتا تھا۔ اطمینان و سکون سے جاکر دھوپ اور تپش کے وقت تھوڑی دیر آرام کرتے۔ پھر جب جسم کو آرام مل چکتا تو وہ پلنگ سے اٹھ کر اپنے آس پاس کے لوگوں کے حالات پر غور کرتے کہ وہ کیوں کر ان کے ساتھ بھلائی کر سکتے ہیں۔ زوال کے وقت آس پاس کے گانو اور قصبے سے بہت سے لوگ نذر کرنے کے لیے ہاتھوں میں پھول لیے ہوئے آکر جمع ہوتے تھے اور وہ لکچر والے ہال میں بیٹھ کر موقع کے مناسب اور مجمع کے حسب اعتقاد حق کی تبلیغ کرتے تھے۔ پھر یہ دیکھ کر کہ اب مناسب وقت ہوگیا ہے، بدھ ان لوگوں کو رخصت کر دیتے اور وہ ان کو سلام کرکے چلے جاتے تھے، اس طرح وہ سہ پہر کا وقت کاٹتے تھے۔

دن کے ختم ہونے پر اگر ضرورت سمجھتے تھے تو وہ نہاتے تھے اور اس درمیان میں کوئی سنگھی ان کے کمرے میں پھولوں سے بسا[1] کر سیج بچھا دیتا تھا اور دن کے ختم ہونے پر وہ تھوڑی دیر مراقبے میں سارے کپڑے پہنے بیٹھے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ سارے چیلے اپنے اپنے مراقبوں سے فارغ ہوکر واپس آجاتے تھے۔ تب ان میں سے کوئی ایسی چیزوں کے بارے میں پوچھتا تھا جو اس کی سمجھ میں نہ آئی ہوں،

---

[1] یہ یقینی غلط ہے کہ ان کے لیے پھولوں کا سیج بچھتا تھا۔ جب وہ سنگھ والوں کے لیے خوش بو، ہار اور روغن کا استعمال اچھا نہ سمجھتے تھے تو بھلا خود کیوں کر استعمال کر سکتے تھے۔ بدھ جیسے جلیل القدر ہستی سے قول و فعل کے اسی تباین کی امید نہیں کی جا سکتی۔

کوئی اپنے مراقبے کا حال بیان کرتا تھا اور کوئی شریعت کے احکام کی تلقین کی فرمائش کرتا تھا۔ اس طرح رات کا پہلا حصّہ صرف ہو جاتا تھا۔ اور جب گوتم بُدھ ہر ایک کی تسکین کر دیتے تھے تو چیلے رخصت ہو جاتے تھے۔ پھر بقیہ رات کا ایک حصّہ وہ غور و تفکّر میں اپنے کمرے کے باہر ٹہل ٹہل کر بسر کرتے تھے اور ایک حصہ اطمینان و سکون سے لیٹ کر کاٹتے تھے۔ اور جیسے ہی صبح ہونا شروع ہوتی تھی وہ پلنگ سے اُٹھ کر بیٹھ جاتے تھے۔ اور اپنے ذہن میں تمام عالم کے لوگوں کا تصوّر کرتے تھے اور ان تمام لوگوں کی ان آرزوؤں پر غور کرتے تھے جو ان کے پچھلے جنموں میں ان کی تھیں اور یہ سوچتے تھے کہ وہ کیوں کر اُن کی ان آرزوؤں کے بر لانے میں مدد کر سکتے ہیں۔"

گوتم کی عقانیت اور تبلیغ کا یہ اثر ہوا کہ چند ہی دنوں میں شہر کے علاوہ اس جنگل میں معتقدین کی تعداد ساٹھ تک پہنچ گئی، گوتم نے ایک دن ان سب کو اکٹھا کیا اور حکم دیا کہ سوائے یشش کے (جو ایک امیر گھرانے کی فرد تھا اور بھاگ کر آیا تھا) سارے چیلے اقطاعِ ہند میں جاکر اس نئے مذہب کی تبلیغ کریں۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس حکم کے بعد گوتم خود گیا کی طرف پلٹ گئے اس لیے کہ اب جس کرامت کا ذکر ملتا ہے وہ گیا کے قریب اُراول کے جنگل کا واقعہ ہے۔ اس جنگل میں سینا نام کا ایک گاؤں تھا[1] جہاں تین بھائی علم و فضل میں شہرتِ عام رکھتے تھے۔ اور مذہباً آتش پرست تھے۔ گوتم نے ان کے آتش کدے کی عمارت میں ایک

[1] امیر احمد علوی

رات بسر کرنے کی اجازت چاہی مگر کشپ جو ان بھائیوں میں سب سے بڑا تھا، مانع ہوا۔ اور عذر کیا کہ آتش خانے کے قریب ایک زہریلا سانپ رہتا ہے جو رات کو باہر نکلتا اور سونے والوں کو ڈس جاتا ہے۔ مہاتما پر عشقِ حقیقی کا زہر چڑھا ہوا تھا وہ سانپ سے کیا ڈرتے۔ اپنے اصرار پر قائم رہے اور کشپ کو بھی مسافر مہمان کی خاطر سے اجازت دینا پڑی۔ رات ہوئی تو سانپ حسبِ دستور باہر نکلا، مگر گوتم سے معترض نہ ہوا جب صبح کو یہ آتش کدے میں زندہ و سلامت پائے گئے تو ان کی کرامت کا غل مچ گیا۔ اسی دن اتفاق سے ایک بڑا میلہ گاؤں میں ہونے والا تھا جس میں گرد و نواح سے جاتری آتے اور کشپ کی تقریر سنا کرتے تھے۔ اب اس کو خوف ہوا کہ اس مجمع نے گوتم کو دیکھا تو آتش پرستی کا بازار سرد ہو جائے گا، مگر مہمان کو گھر سے نکالنا اتنا سخت اخلاقی جرم تھا کہ اس کا وہ مرتکب نہ ہو سکتا تھا۔ مہاتما کو اس خطرے کی خبر ہو گئی اور وہ کسی کو اطلاع کیے بغیر اسی روز گاؤں سے باہر چلے گئے، اور میلے کے پاس نہ آئے۔ جب شام کو واپس ہوئے تو کشپ نے دریافت کیا کہ دن کو کہاں گئے تھے۔ جواب دیا کہ تمھاری فکر کو دور کرنے کے لیے رُوپوش ہو گیا تھا۔ کشپ قدموں پر گر پڑا اور اپنی تمام جماعت کے ساتھ ایمان لایا۔

ایک موعظہ یہیں قیام کے دوران میں گوتم ایک دن اپنے نئے شاگردوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ سامنے پہاڑی پر آگ لگی گوتم نے اسی آگ کو موضوع بنا کر ایک بڑا وعظ کہا، جو "پٹک میں رونت پری پائے سوت" میں موجود ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ گوتم نے فرمایا "جب تک لوگوں میں جہالت رہے گی اس وقت

تک اسی طرح آگ میں جلتے رہیں گے۔ یہ آگ وہ ہے جو انسان کے اندر
لگی ہوئی ہے، اور جیسے باہر کی چیزیں اس کے بطون میں روشن کرتی ہیں۔
یہ خارجی چیزیں حواسِ خمسہ اور دل کے ذریعے اثر کرتی رہتی ہیں، مثلاً
آنکھ مشاہدہ کرتی ہے اور اس سے ایک طرح کا اندرونی حس پیدا ہوتا ہے
جس سے رنج یا خوشی ہوتی ہے اور یہ رنج یا خوشی، شہوت، غصہ، جہالت،
پیدائش، فکر اور اضمحلالِ قویٰ اور موت کی آگ بھڑکاتے ہیں۔ یہی حالت
ان تمام احساسات کی ہے جو دوسرے حواس کے ذریعے پیدا ہوتے
ہیں لیکن وہ لوگ جو بدھ کے ضبطِ نفس کے اصول پر عمل پیرا ہیں،
یعنی صراطِ مستقیم کے چاروں منازل طے کر چکے ہیں، جس کی ابتدا پاکیزگی
سے ہوتی ہے اور انتہا محبت پر، تو ان میں عقل آ چکی ہوتی ہے، خارجی
احساسات ان کی اندرونی آگ کو نہیں بھڑکا سکتے ہیں۔ اس لیے کہ ان
کے ہاں شہوت وغیرہ کی آگ ہی نہیں رہ جاتی ہے۔ سچے شاگرد اس طرح
اس نہ بجھنے والی آگ سے چھٹکارا پا لیتے ہیں، جو بدی کی جڑ ہے۔ وہ سوجھ
بوجھ جو انھوں نے حاصل کر لی ہے انھیں ایک نہ ایک دن کمال تک
پہنچا دے گی۔ وہ ان تکالیف سے بھی آزاد ہیں جو دوسرے جنم کا نتیجہ
ہوتی ہیں اور اس جنم میں ہی ان کو توہم، قربانی اور دیگر مراسم کے سے
قوانین کی رہنمائی کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔ اس لیے کہ ان کی
ذات ان تمام چیزوں سے بالا تر ہے[1]

بمبسار نے بودھ مذہب اختیار کیا

یہاں سے بدھ مع اپنے نئے چیلے کشپ کے راج گرہ

---

[1] رائس ڈیوڈس

گئے۔ یہ وہی مقام ہے جہاں بارہ برس قبل گھر سے بھاگ کر تلاشِ حق میں آئے تھے ۔ یہ شہر مگدھ راج کا دار السلطنت تھا اور بمبسار یہاں کا راجا تھا۔ یہ بادشاہ اپنے رعب وداب اور وسعتِ سلطنت کے لیے مشہور تھا جب اس نے سُنا کہ کشپ اور گوتم دونوں آرہے ہیں تو وہ خیر مقدم کے لیے نکل پڑا اور سارا شہر دونوں بزرگوں کے درشن کے لیے ٹوٹا۔ عام طور پر خیال تھا کہ گوتم بھی آتش پرست ہو گئے اور کشپ کے چیلے۔ مگر جب نیاز مند شاگرد گوتم کے حضور میں بندگی کے لیے خم ہوا تو راج گرہ والوں کی حیرت کی کوئی حد نہ رہی۔ راجا نے بڑی دھوم سے ان فقیروں کی دعوت کی اور ویلوانا نام ایک بانس کا باغ ان کے قیام اور آسایش کے لیے وقف کیا۔ اس تاریخی باغ میں گوتم نے بہت سی برساتیں گزار دیں۔ اور یہ قاعدہ مقرر کیا کہ گرمیوں اور جاڑوں کے موسم میں تو ممالک کا دورہ کرتے تھے اور بارش کے ایام اسی باغ میں بسر فرماتے تھے، دور دراز مقامات سے مرید یہاں آتے اور اپنے مقدس بانیٔ مذہب سے ضروری مسائل حل کرتے تھے۔ پہلی برسات کے بعد کپل وستو سے بھی لوگ آئے اور اپنے ساتھ شدودھن کا پیغام بھی لائے کہ بوڑھے باپ کو مرنے سے پہلے ایک جھلک دکھا جاؤ۔

شدودھن سے ملاقات

"والدین[۱] کے احکام کی اطاعت نکو کاروں کا فرض ہے۔ گوتم نے فوراً سفر کی تیاری کی، مریدین کا جمِ غفیر ہمراہ چلا اور وہ منزل بمنزل

[۱] امیر احمد علوی

طالبانِ ہدایت کو فیض یاب کرتا ہوا کپل واستو کے قریب پہنچا۔ مدت کے بعد کوہ ہمالیہ کا دامن، نیپال کی ترائی، پُر فضا گھاٹیاں، اور راج محل کا خوبصورت منظر آنکھوں کے سامنے آیا تو مہاتما[1] کے دل پر کیا گزری؟ اس کی کیفیت وہ بیان کرے جو قوس قزح کی صحیح تصویر اتار سکتا ہو۔ وطن کا کانٹا پردیس کے گلاب سے بہتر اور کنعان کی گدائی مصر کی بادشاہی سے خوش تر بتائی جاتی ہے، لیکن مہاتما نے اپنے قائم کردہ اصول کو اس موقع پر بھی ترک نہیں کیا بجائے شہر میں داخل ہونے کے بستی سے دور ایک باغ میں مقیم ہوئے اور اسی جگہ رات بسر کرکے دوسرے دن کشکولِ گدائی ہاتھ میں لے کر بھیک مانگنے کپل وستو میں قدم رکھا۔ دستور تھا کہ فقیروں کی یہ جماعت امرا سے امداد کی طلب گار نہیں ہوتی تھی بلکہ غربا کے دروازوں پر بھی خاموش کھڑی رہتی تھی اور زبان سے سوال نہیں کرتی تھی۔ اگر کچھ مل گیا تو لے لیا ورنہ آگے بڑھے۔ اس رسم کی پابندی کے لیے کپل وستو میں بھی راج محل کو چھوڑ کر غریبوں کی جھونپڑیوں کی طرف گدائی کو چلے۔ راجا کو خبر ہوئی تو وہ حکومت کا دبدبہ فراموش کرکے بیتابی کے ساتھ بیٹے کے پاس پہنچا اور شکایت کی کہ رعایا سے بھیک مانگ کر باپ کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ لگانا مناسب نہ تھا۔ گوتم نے جواب دیا کہ "مہاراج آپ اور آپ کے گھر والے سلطنت سے تعلق رکھتے ہیں اور راجوں کی اولاد

---

[1] میں مہاتما کا لفظ گوتم کے لیے استعمال کرتے ہوئے خود اس لیے جھجکتا ہوں کہ وہ بقول دکنی بودھوں کے آتما یا روح کے قائل ہی نہ تھے! لیکن یہاں پر تو علوی صاحب کا قول منقول ہے اور نقل را چہ عقل۔

ہیں، میں اگلے وقتوں کے رشیوں اور دانش مندوں کا وارث ہوں، آپ کے لیے محلوں کا رہنا زیبا ہو مگر مجھ کو وہی مناسب ہو جو انبیاے سلف ہمیشہ سے کرتے چلے آئے ہیں۔ راج کی نعمتوں سے مجھ کو کیا سروکار۔ میرا موروثی پیشہ تو بھیک مانگ کر کھانا ہو!"

باپ نے یہ منطق نہ مانی اور زبردستی کھینچ کر بیٹے کو محلِ شاہی کی طرف لے گیا۔ گھر میں قدم رکھا تو ہر طرف سے عزیزوں اور رشتے داروں نے ہجوم کیا اور سارا قلعہ اسی کمرے کے اندر آگیا جس میں مہاتما کے چرن آئے تھے۔

دیدارِ جمال اور دریافتِ خیریت کے لیے سب ہوا خواہ امنڈ آئے مگر غم نصیب جسودھرا[1] اپنی جگہ سے نہ ہلی۔

وہ قیامت کی رات جب انتہائی مسرت کے دن مصیبت کا پہاڑ اس پر ٹوٹ پڑا اور جان سے زیادہ عزیز شوہر کوئی خطا تقصیر بتائے بغیر کسی طرف چلا گیا اس کو آج تک یاد تھی۔ جس وقت سے چنّا رتھ بان نے راج کمار کے جوگ اختیار کرنے کی خبر پہنچائی، دنیا کی عیش و راحت اس کے لیے ختم ہو گئی۔ سنگار چھوڑا، سہاگ بڑھایا، بروگنوں کی طرح زمین پر سوتی، جوگنوں کی سی کفنی پہنتی اور رانڈوں کی طرح گن گن کر تھوڑے کھاتی تھی۔ گلاب کے پھول کھلا گئے، کندن تانبا بن گیا اور بلور میں زنگ آگیا، آج یگانہ و بیگانہ راج کمار کے درشن کے لیے دوڑا لیکن دردِ فراق کی ماری جسودھرا اپنے کمرے میں سر جھکائے خاموش بیٹھی رہی اور مچلے ہوئے دل کو یوں سمجھاتی

---

[1] یشودھرا

تھی کہ "پران پتی نے جوانی کے وقت مجھ کو چھوڑا تو اب بارہ تیرہ برس کے بعد اپنی بگڑی ہوئی صورت دکھا کر ان کی آنکھوں میں ذلیل ہونا کیا ضرور ہے"

بیکسوں کے فریادرس کو اس کی شکستہ دلی پر رحم آیا۔ مہاتما کو جسودھرا یاد آئی اور رشتے داروں کے مجمع میں اس کی بیتاب نگاہیں کسی کو ڈھونڈھنے لگیں، جب کسی طرف نظر نہ آئی تو پوچھا کہ جسودھرا زندہ ہے؟ جواب ملا کہ زندہ تو ہے مگر مُردے سے بدتر۔ دل پر چوٹ لگی اور دریافت حال کے لیے خود اس کے کمرے کی طرف تشریف لے گئے۔ جب ان وایمان کا مالک یکایک نظر کے سامنے آگیا، جسودھرا بے قابو ہو کر قدموں پر گر پڑی اور شوہر کے پاؤں آنکھوں سے لگا کر زار زار رونے لگی۔ پھر یہ سوچ کر کہ خاوند جوگی ہیں اور ان کو عورت کا بدن چھونا جائز نہیں۔ سہمی، ڈری، ہٹی اور الگ کھڑی ہو گئی۔ راجا نے بہو کی سفارش کی اور اس کی نفس کشی کا حال دوہرایا۔ گوتم کو قلق ہوا لیکن اپنے عہدِ تجرد سے مجبور تھے۔ اور سوائے تلقینِ صبر کے تسلی دینے کی اور کوئی صورت نہ تھی۔ عاشقِ مہجور نے ڈرتے ڈرتے آرزو کی کہ اس کو بھی چیلوں کے گروہ میں شامل کر لیا جائے۔ مگر یہ عرض بھی قبول نہ ہوئی اور ارشاد ہوا کہ فقیروں کی منڈلی میں عورت کا ساتھ رکھنا خطرناک ہے۔ ستم رسیدہ بیوی مایوس ہوئی اور مہاتما محل سے رخصت ہو گئے۔ دوسرے دن گوتم کے سوتیلے بھائی نند کی شادی کا جلسہ تھا مجلسِ عیش ونشاط مرتب تھی کہ مہاتما اس محفل میں تشریف لائے اور معلوم نہیں نند کو کیا آہستہ آہستہ بتا دیا کہ اس نے شادی

کا لباس نوچ ڈالا اور کشکول ہاتھ میں لے کر نگرودہ باغ کی طرف چلا گیا جوان جوگیوں کا قیام گاہ تھا۔ اب یہ معمول ہو گیا کہ مہاتما روزانہ بھوجن کے لیے قلعے میں آتے تھے اور محلِ خاص سے کسی قدر فاصلے پر اپنے چیلوں کے ساتھ خاصہ تناول فرماتے تھے اور پھر فرودگاہ کو واپس جاتے تھے۔ ایک دن حسبِ دستور کھانا تناول فرما رہے تھے اور شربتِ دیدار کی پیاسی جسودھرا دُور سے جمالِ جہاں آرا کی زیارت کر رہی تھی کہ اس کا لڑکا راہُل سامنے آ گیا۔ ماں نے بیٹے کو اچھے کپڑے پہنائے اور کہا کہ تم اپنے باپ کے پاس جا کر اپنی میراث کا دعویٰ کرو۔ لڑکا چند گھنٹوں کا تھا کہ باپ نے دُنیا چھوڑی، دادا نے پرورش کی اور وہ اسی کو باپ جانتا تھا۔ ماں نے اشارے سے بتلایا کہ تیرا باپ وہ بے وفا جوگی ہے جو سامنے فقیروں کی منڈلی میں آفتاب کی طرح چمک رہا ہے۔[1]

بھولا لڑکا خوش خوش باپ کے پاس گیا اور مہاتما سے عرض کیا کہ میں آپ کا بیٹا ہوں اور اپنی میراث مانگنے آیا ہوں۔ گوتم نے آہستہ سے اس کو دُعا دی مگر سوال کا جواب عنایت نہ ہوا وہ 'میراث' 'میراث' رٹتا باپ کے ساتھ ہو لیا نگرودہ باغ میں پہنچا تو دولت عطا ہوئی یعنی سنگھ میں شریک کر لیا گیا۔

---

[1] رائس ڈیوڈس اس واقعے کو اس لیے غلط بتاتے ہیں کہ ان کے نزدیک اس پر یقین کرنے سے یشودھرا کی سبکی ہوتی ہے۔ لیکن یہی کیوں نہ سمجھا جائے کہ یشودھرا یہی چاہتی تھی کہ۔ راہُل کو باپ کی دولتِ بصیرت کی میراث ملے اور اسے بھی نروان کی ریاست حاصل ہو؟

راجا شدودھن کا نابالغ پوتا بھی تارک الدنیا ہو گیا تو اس کو بہت صدمہ ہوا۔ لیکن تیر کمان سے نکل چکا تھا اور اس کا واپس آنا محال تھا، البتہ گوتم سے یہ عہد و پیمان لیا گیا کہ آیندہ سے کوئی لڑکا اپنے والدین کی اجازت کے بغیر ترکِ دنیا کی طرف مائل نہ کیا جائے گا۔ گوتم نے اس شرط کو عمر بھر نباہا اور کپل وستو سے راج گڑھ کے لیے رخصت ہو گیا۔ سوانح نگار لکھتے ہیں کہ اس وقت مہاتما کے حصولِ کمال سے اٹھارہ مہینے گزرے تھے"۔

چند خاص چیلے

کچھ دنوں کے بعد یہاں سے روانہ ہو کر گوتم دریائے انوما کے کنارے باغ میں اُس جگہ آکر ٹھہرے۔ جہاں انھوں نے محل سے نکلنے پر پہلی بار دم لیا تھا اور جہاں سے چنّا کو واپس بھیجا تھا اس مقام پر ان کے بہت سے اعزّا آکر سنگھ میں شامل ہو گئے ان لوگوں میں نندا، دیوت، اُپالی اور انورادھا خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔

انندا ان کے ماموں زاد بھائی تھے اور ان کے سب سے زیادہ چہیتے چیلے بنے۔ دیودت بھی ان کے قریب کے رشتے کے بھائی تھے لیکن بعد میں انھوں نے بُدھ کے خلاف بغاوت کی اور ان کے مقابل بن بیٹھے۔ اُپالی ذات کا نائی تھا لیکن اپنے خلوص اور جوش کی وجہ سے اس نے سنگھ میں نمایاں حیثیت حاصل کی، انورادھا بودھ مذہب کا سب سے بڑا فلسفی اور مابعد الطبیعیاتی مسائل کا سمجھانے والا ثابت ہوا۔

یہاں سے گوتم راج گڑھ واپس گئے اور وہاں برسات[1] میں قیام

---

[1] بدھ مت کا سال برسات ہی سے شروع ہوتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ (بقیہ نوٹ صفحہ ۶۰ پر)

کرنے کے بعد سراوستی[1] گئے جو بنارس سے اتنی ہی دور شمال میں ہو جتنی دور راج گڑھ مشرق میں ہو۔ یہ اس وقت کوشل راج کی راج دھانی تھی اور یہاں کا راجا پرسناجیت تھا۔ سراوستی کے ایک تاجر نے بدھ کو مدعو کیا تھا۔ اور ان کے قیام کے لیے مضافات شہر میں ایک باغ نذر کیا تھا۔ وہ اپنے تبلیغی دوروں کے سلسلے میں عمر بھر یہاں آکر قیام فرمایا کیے۔

حصولِ کمال کے تین برس بعد تک کے حالات جو اب تک بیان کیے جا چکے ہیں۔ جاٹک تفسیرات اور چینی تصنیفات میں ملتے ہیں۔ بعد کے واقعات کی کوئی تفصیل نہیں ملتی۔ متفرق و منتشر کراماتوں کا ذکر دھم پارا میں ہو یا اُن کتابوں میں جو بگینڈٹ اور اسپنس ہارڈی نے جمع کی ہیں انھی دونوں مورخوں نے کچھ سال بہ سال واقعات بھی بیان کیے ہیں جو ذیل میں منقول ہیں۔ اس موقع پر اتنا یاد دلا دینا کافی ہو گا کہ پہلی برسات بدھ نے بنارس کے قریب دشتِ غزالاں میں کاٹی اور دوسری اور تیسری راج گڑھ میں۔ اس لیے اب چوتھی برسات سے حال شروع ہوتا ہو۔

چوتھا سال:۔ اگا سین نٹ کو گوتم نے سنگھ میں شامل کر لیا اور

(بقیہ نوٹ صفحہ ۶۰) گوتم سال میں آٹھ مہینے تبلیغی دورے کرتے تھے لیکن برسات کے چار مہینے کسی خاص مقام پر آرام کرتے تھے۔ برسات کو پالی زبان میں 'واس' کہتے ہیں جو غالباً سنسکرت لفظ 'ورشا' کی بگڑی ہوئی شکل ہو۔ لنکا میں آج بھی بودھ مذہب والے برسات کے لیے 'واس' ہی کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور سال کی ابتدا اسی موسم سے کرتے ہیں۔

[1] جنرل کننگھم کا خیال ہو کہ یہ وہی مقام ہو جو اب 'ساہت ماہت' کے نام سے اودھ میں موجود ہو۔

گنگا پار کر کے وسالی سلطنت میں مہاون باغ میں رہے۔ اور وہیں برسات کاٹی۔ یہیں سے وہ ہوا میں اُڑ کر ساکھیہ اور کولین قبیلوں میں پہنچے اور ان کی خانہ جنگی روکنے میں کامیاب ہوئے۔

پانچواں سال:۔ بھری برسات میں انھیں اپنے والد بزرگوار شدودھن کی علالت کی خبر ملی۔ اور انھوں نے جلد سے جلد اپنے کو کپل وستو پہنچایا۔ باپ کا آخری دیدار کرنے اور ان کا کریا کرم انجام دینے اور اپنے اعزّا کو تلقینِ صبر کرنے کے بعد وہ کل گڑھ دہار میں جو مہاون باغ میں تھا واپس آئے۔ یہیں ان کی خالہ، اور سوتیلی ماں پراجپتی اُن کی بیوی یشودھرا اور دوسری مستورات آئیں اور ان کے اصرار پر بُدھ کو بھکارنوں کا بھی سنگھ کھولنا اور اس کے لیے قواعد و ضوابط بنانے پڑے۔ وہ اس کام کے بعد الہ آباد سے ملی ہوئی کوشمبی کے قریب پہاڑی پر چلے گئے۔

چھٹا سال:۔ برسات کا موسم وہیں پہاڑ پر کاٹ کر راج گرھ گئے اور بمبسار کی ملکہ چھما کو بھکارنوں میں شامل ہونے کی اجازت دی۔ یہاں ایک چیلے کی کرامت نمائی پر خفا ہو کر کرامتیں دکھانا ممنوع قرار دیا لیکن جب لوگوں نے طعنے دیے تو خود بہت سے معجزے دکھائے اور وہیں سے اُڑ کر ماں کے پاس آسمان پر چلے گئے تاکہ انھیں تلقینِ مذہب کریں۔ وہ چونکہ اُن کے پیدا ہونے کے ساتویں روز ہی مر گئی تھیں اس لیے وہ اس نعمت سے اب تک محروم تھیں۔

ساتواں سال:۔ سراوستی میں جتاون وہار گئے یہاں ان کے مخالفوں نے چنچا نامی عورت کو اس امر پر اُبھارا کہ وہ یہ کہے کہ بُدھ نے اس کی عصمت[۵]

---

[۵] یہ واقعہ حضرت یوسف و زلیخا کے واقعے کی یاد تازہ کرتا ہے۔

ربزی کی۔ لیکن اس کا بہتان اس طرح کھل گیا اور بدھ کی بے قصوری یوں ثابت ہوگئی کہ یہ عورت جو لکڑی اپنے پیٹ پر باندھ کر آئی تھی وہ کھسک کر گر گئی اور پھولا ہوا پیٹ پچک کر برابر ہوگیا۔

آٹھواں سال :۔ برسات کپل وستو کے قریب ایک چٹان پر کاٹی۔ یہاں نکل اور مگالی کے والدین کو بھی بدھ بنایا، پھر کوسمبھی الہ آباد کے قریب چلے گئے۔

نواں سال :۔ مگالی نے بدھ کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا اور سنگھ میں پھوٹ پڑ گئی۔ جب گوتم کے سمجھانے پر بھی نزاع کا خاتمہ نہ ہوا تو وہ خفا ہوکر پاری لیاک کے قریب جنگل میں چلے گئے۔

دسواں سال :۔ یہاں دیہاتیوں نے ان کے لیے ایک جھونپڑا جھٹ پٹ کھڑا کر دیا اور انھوں نے برسات اسی میں کاٹی۔ نادم چیلے بھی یہیں آکر حاضرِ خدمت ہوئے۔ گوتم نے قصور معاف کیے ایک باموقع اور پُر اثر وعظ کہا۔ اور انھیں ساتھ لے کر پہلے سراوستی گئے پھر مگدھ پہنچے۔

گیارھواں سال :۔ راج گرھ کے قریب ایک گاؤں میں بھاردواج نامی برہمن کو بودھ بنایا اور برسات کے بعد کوسل میں سیتا بیا نامی ایک قصبے میں چلے گئے۔

بارھواں سال :۔ یہاں سے ویرنج جاکر برسات بھر وہاں رہے۔ پھر وہاں سے انھوں نے عمر کا سب سے لمبا سفر کیا اور دکن میں سنتالہ تک گئے۔ پھر بنارس اور وسالی ہوتے ہوئے سراوستی پلٹے۔ یہاں آکر انھوں نے اپنے اٹھارہ برس کے بیٹے راہل کو وہ نصیحتیں کیں جو

'مہاراہل سوت' کے نام سے موسوم ہیں۔

تیرھواں سال :- گوتم نے چالیہ میں برسات کاٹی۔ پھر سراوستی پلٹ آئے۔

چودھواں سال :- سراوستی کے جتاون وہار میں راہل کو باقاعدہ بھکشو بنایا اور وہ موعظہ دیا جو "راہل[1] سوت" کہا جاتا ہے۔ اس واقعے کے بعد کپل وستو چلے گئے۔

پندرھواں سال :- یہ برسات نگرودھ میں کاٹی اور یہیں پر گوتم نے ایک موعظہ اپنے ان رشتے کے بھائی کو دیا جو اس وقت ان کے باپ کی جگہ ساکھیہ راج کے راجا تھے۔ اُن کا نام 'مہانام' تھا اور وہ گوتم کے معتقدین میں سے تھے۔ کولی کے راجا سُپرابُدھ یشودھرا کے باپ نے مجمع عام میں اپنی لڑکی یشودھرا کے چھوڑ دینے پر بُدھ کو کوسا اور بُرا بھلا کہا۔ زمین پھٹ گئی اور وہ اس میں غرق[2] ہو گیا۔

گوتم وہاں سے جتاون وہارا واپس آئے اور وہاں انھوں نے یہ وعظ دیا کہ دھرم پر چلنا بھیک دینے سے بہتر ہے۔

سولھواں سال :- وہ یہاں سے الاوی گئے اور ایک ایسے دیو[3] کو بودھ بنایا جو بچوں کو کھا جایا کرتا تھا۔

سترھواں سال :- سترھویں برسات راج گرہ میں کاٹی۔ یہیں انھوں نے ایک فاحشہ عورت سرستی کے مرنے پر وعظ کہا، پھر وہاں

---

[1] اس کے ایک حصے کا ترجمہ انگریزی زبان میں سرکانو سوامی نے "سوت نپات" کے نام سے کیا ہے۔ [2] قارون کے واقعے سے مشابہ چیز ہے۔
[3] غالباً وحشی اقوام میں سے کوئی آدم خور تھا۔

سے سراوستی ہوتے ہوئے الاوی چلے گئے۔ وہاں اس امر پر اصرار کیا کہ جب تک ایک بھوکے آدمی کو پیٹ بھر کر کھانا نہ کھلا دیا جائے وہ اسے اپنا وعظ نہ سنائیں گے[1]

اٹھارھواں سال :- چالیہ میں برسات کاٹی وہیں ایک کوری کو جس نے نادانستگی میں اپنی بیٹی کو مار ڈالا تھا تسکین دی۔ پھر راج گڑھ چلے گئے۔

اُنیسواں سال :- دیو دنا وِیہار میں برسات کاٹنے کے بعد مگدھ راج کے گانو گانو میں تبلیغ کرتے پھرے اور سراوستی واپس گئے۔

بیسواں سال :- برسات وہیں کاٹی، آنند کو اپنی بھیک کا ٹھیکرا لے کر ساتھ چلنے پر مامور کیا اور چالیہ جا کر جنگل میں ایک ڈاکو رنگولی مال سے ملے اور اسے اپنی شیریں زبانی سے ایسا رام کیا کہ وہ بھی بودھ ہو گیا۔

بعض اہم واقعات

اس کے بعد کوئی غیر موثق واقعات کا سلسلہ بھی نہیں ملتا۔ اس لیے سنہ وار واقعات نہیں دیے جا سکتے۔ البتہ چند اہم واقعات کا ذکر ضروری ہے۔ اس لیے انھیں نمبر وار لکھا جاتا ہے۔ لیکن نمبروں، قبل و بعد ہونے سے یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ واقعات بھی یکے بعد دیگرے ہوئے۔ ان میں سے کچھ تو یقینی ایسے ہیں کہ جو اسی زمانے میں ہوئے جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے اور کچھ بعد میں واقع ہوئے۔ کسی تاریخی ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے کوئی ترتیب نہیں دی جا سکتی۔ بس اتنا وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ مذکورۂ بالا واقعات کے علاوہ یہ واقعات ایسے ہیں جن سے اس مذہب پر اور اس کے

---

[1] اس سے بھوک کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے اور فاقہ کشی کی ممانعت۔

پیروؤں پر خاص اثر پڑا ہے۔ یہ واقعات حسب ذیل ہیں:-

(۱) سراوستی میں ایک مالدار عورت وشاکھا نامی بودھ ہو گئی تھی اور اس نے سنگھ کے لیے ایک باغ وقف کر دیا اور وہاں ایک وہار بنوایا جو پوباراما (پوربی باغ) کہلاتا تھا۔ اس باغ اور وہار سے بودھ مذہب کو شروع میں بڑی تقویت پہنچی۔ مگر بعد میں اسی طرح کے باغوں نے بھکشوؤں کو آرام پسند بنا دیا۔

(۲) گوتم کا عزیز دیودت کوسمبی کے لوگوں سے خفا ہو کر راج گرہ چلا گیا اور وہاں بمبسار کے بیٹے اجات شترو نے اس کے لیے باغ لگوا دیا جس میں وہ رہنے لگا۔ کچھ دنوں کے بعد گوتم جب اپنے معمولی دورے کے سلسلے میں راج گرہ آئے تو دیودت نے یہ خواہش کی کہ اسے ایک نیا سنگھ اپنی ماتحتی میں قائم کرنے کی اجازت دی جائے۔ گوتم نے یہ استدعا نامنظور کی۔ دیودت اس پر خفا ہو کر بدھ کے سنگھ سے الگ ہو گیا۔ اسی زمانے میں اس نے اجات شترو کو اس طرح بھڑکایا کہ اس نے بوڑھے باپ راجا بمبسار کو مروا ڈالا۔[1] اسی سلسلے میں انہی لوگوں کی سازش سے تین بار گوتم کو بھی مار ڈالنے کی کوشش کی گئی۔ مگر جس کو اللہ رکھے اسے کون چکھے؟ وہ لوگ ناکامیاب رہے۔ تب دیودت نے گوتم کے سامنے سنگھ کے بارے میں حسب ذیل شرطیں پیش کیں:-

۱۔ بھکشو کھلے ہوئے مقامات میں رہیں اور شہروں کے قریب ہرگز قیام نہ کریں۔

---

[1] یہ واقعہ بقول مہاونس، بگنڈٹ اور ارڈی یہ کے تبلیغی مشن کے سینتیسویں (۳۷) سال میں ہوا۔

۲۔ دوسروں کے پھٹے پرانے پھینکے ہوئے کپڑے پہنیں۔
۳۔ ہمیشہ دروازے، دروازے بھیک مانگ کر کھانا کھائیں اور ایسا کھانا نہ قبول کریں جو ان کے لیے قیام گاہ پر بھیج دیا گیا ہو۔
۴۔ گوشت کا کھانا ان کے لیے قطعی ممنوع کر دیا جائے۔

گوتم نے جواب دیا کہ اس طرح کا کوئی سخت قانون بلا وجہ اور سبب کے نہیں بنایا جا سکتا۔ اگر کوئی بھکشو بطورِ خود ان باتوں کی پابندی کرے تو اچھا ہے، ورنہ شریعت کی طرف سے اس طرح کی سخت گیری نہیں کی جا سکتی۔ گوشت ہو یا کوئی اور کھانے کی چیز، بھکشو کو وہ سب کھانے کی اجازت ہے جو اس حصۂ ملک میں عام طور پر کھائی جاتی ہو۔ صرف اتنی شرط ہے کہ کسی چیز کو لذت یاب ہونے کی غرض سے نہ کھایا جائے۔ انھوں نے فرمایا کہ "درخت کے نیچے بھی، گھر کے اندر بھی، اتارے ہوئے کپڑوں میں بھی اور دوسروں کے دیے ہوئے کپڑوں میں بھی، گوشت کھا کر بھی، اور گوشت بغیر کھائے ہوئے بھی، پاک صاف رہنا اور شریعت کی پابندی ممکن ہے۔ ایک طرح کا قانون بنا دینا ان لوگوں کے راستے میں رکاوٹ پیدا کر دیتا ہے، جو نروان حاصل کرنا چاہتے ہیں میری غرض یہ ہے کہ میں لوگوں کو نروان کی راہ بتاؤں"[1]۔

دیودت اس پر خفا ہو کر چلا گیا اور اس نے اجات سترو کی مدد سے ایک نیا سنگھ قائم کیا۔ لیکن دیودت زیادہ دنوں تک زندہ نہ رہا۔ اس کے مرنے پر اجات سترو بظاہر بدھ کا پیرو ہو گیا۔ لیکن اس نے گوتم کی زندگی ہی میں سلطنت بڑھانے کی غرض سے کپل وستو کو برباد کر کے

---

[1] رائس ڈیوڈس

زمین سے ملا دیا اور بُدھ مذہب کے مرکز سراوستی پر بھی قبضہ کر لیا۔

(۴) سراوستی شہر کے پاس انتھ پنڈک کے باغ میں جہاں گوتم مقیم تھے ان کا عزیز چیلا انندا شہر میں بھیک مانگنے گیا تھا۔ وہاں پیاس نے ستایا تو ایک کنوئیں پر پہنچا ایک چنڈال چھوکری پراکرتی نام پانی کھینچ رہی تھی۔ آنندا نے اس سے پانی مانگا۔ لڑکی نے جواب دیا کہ وہ چنڈالنی ہے، اس کے ہاتھ کا پانی کوئی نہیں پی سکتا۔ نندا نے کہا کہ بہن میں تیری ذات نہیں پوچھتا، اگر پانی پلا سکتی ہو تو پلا دے۔ لڑکی اس جواب پر فریفتہ ہو گئی۔ اس نے پانی پلا دیا اور اس کوشش میں مصروف ہو گئی کہ کسی طرح نندا کے ساتھ ہی رہنا نصیب ہو۔ اس نے نندا کو پھانسنے کی بہت کوشش کی لیکن ناکامیاب رہی۔ ایک روز نندا کے تعاقب میں بُدھ تک پہنچی باتوں باتوں میں اس کا چوٹ کھایا دل دنیا سے پھیر دیا گیا اور وہ بھی سنگھ میں شامل ہو گئی[1]۔

چنڈالنی کا سنگھ میں شریک ہونا برہمنوں کو بہت ناگوار ہوا۔ کیونکہ اس فرمان سے ذات کی قیود کا خاتمہ ہو گیا اور وہ گوتم کو اذیت پہنچانے پر تُل گئے لیکن خدا کی قدرت سے ان کی ہر بُرائی بھلائی سے بدل جاتی تھی اور جس راجا کو وہ گوتم کے خلاف اُبھارتے تھے وہی ان کا مرید ہو جاتا تھا۔

آخری تین مہینے گوتم کے پہلی بار کپل وستو جانے اور اس شہر کے برباد ہونے تک کے حالات جو بیان کیے گئے

---

[1] اس واقعے پر اونچی ذات کے بھکشوؤں نے بہت ناک بھوں چڑھائی، مگر بُدھ نے کوئی اعتنا نہ کی۔

ہیں۔ وہ قصّے کہانیوں پر مبنی ہیں، لیکن ان کی موت سے تین ماہ قبل کے واقعات پٹک کے اس حصّے میں جو مہاپری نبان کہلاتا ہے ملتے ہیں۔ اس کے مطابق گوتم نے اپنے مشن کی چوالیسویں برسات جیتاون وہار سراوستی میں کاٹی۔ اور وہاں سے راج گڑھ کی وادی میں گدھ چوٹی پر آئے۔ اجات سترو اس وقت وجّین قبیلے پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہا تھا۔ گوتم نے گنگا کو اس مقام پر پار کیا جہاں آج پٹنہ ہے اور جہاں اُس وقت اجات سترو ایک قلعہ تعمیر کرا رہا تھا۔ یہی قلعہ بعد میں بڑھ کر مگدھ کے بادشاہوں کا دارالسلطنت پاٹلی پتر بنا۔

گوتم وہاں سے امبا پالی[1] گئے۔ وہاں کی مشہور رنڈی نے ان کو مدعو کیا۔ وجّین رؤسا کو اس کا خیال تک نہ تھا کہ گوتم اس ناپاک جنس کا کھانا قبول کریں گے۔ چنانچہ یاروں نے چھوٹا منہ بڑی بات کہہ کر خوب فقرے کسے، وہ بہت دل شکستہ اور رنجیدہ ہو کر خاموش بیٹھ کر رونے لگی۔ دفعتہً بدھ اس کے گھر پہنچے اور انھوں نے بغیر کسی عذر کے کھانا تناول فرمایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اسی وقت سے تائب ہو گئی اور سنگھ میں شامل ہو گئی۔

گوتم یہاں سے بیلو گاؤں تک گئے اور برسات بھر وہیں مقیم رہے۔ اسی مقام پر وہ اس قدر علیل ہوئے کہ وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو گئے اور انھوں نے کہنا شروع کیا کہ وہ اب زیادہ دن زندہ نہ رہیں گے۔ لیکن برسات ختم ہوتے ہی وہ اسی حالت میں چل کھڑے ہوئے اور مختلف دیہاتوں میں وعظ کہتے ہوئے اپنے راہبوں، بھکشوؤں کو سمجھاتے اور

---

[1] امیر احمد علوی صاحب نے غلطی سے امبا پالی کو رنڈی کا نام سمجھ لیا ہے۔ یہ مقام کا نام تھا۔ یہ گاؤں پٹنہ سے قریب تھوڑے تفاوت کے ساتھ اب بھی موجود ہے۔

انھیں اتحاد و اتفاق، استقلال و پاکیزگی کی تلقین کرتے ہوئے انھوں نے کوسی نگر جانے کا قصد کیا۔ یہ مقام اس وقت کسیا کے نام سے موسوم ہی اور گورکھ پور کے ضلع میں ایک تحصیل کا صدر مقام ہی۔ اُس زمانے میں یہاں ملّا قوم کا راج تھا اور اس کی ایک شاخ کا دارالسلطنت کوسی نگر اور دوسری کا پاوا[1] تھا۔

اس مقام پر گوتم پانچ سو چیلوں کے ساتھ پہنچے اور چُندا سُنار کے آم کے باغ میں ٹھہرے، یہاں کے رؤسا نے ایک نیا سنت گھر یا پبلک ہال بنوایا تھا ان کی استدعا پر گوتم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اس کا افتتاح کیا اور ایک پُر اثر وعظ دیا دوسرے دن چُندا نے دعوت کی اور بھکشوؤں کو چاول اور کھمبی کی جڑ کی ترکاری کھلائی[2]۔

کھانا کھاکر گوتم نے تھوڑی دیر آرام کیا اور سہ پہر کو کوسی نگر (کسیا) کے لیے روانہ ہوئے۔ تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ پیٹ میں مروڑ شروع ہوا اور پیچش کے آثار پیدا ہو گئے۔ قریب ہی کوکشتا ندی بہتی تھی۔ وہیں ٹھہرے، ندی سے پانی منگوا کر پیا۔ اشنان کیا اور اسی دن شام کو بڑی

---

[1] پاوا کے متعلق خیال ہی کہ وہ زمانۂ حال کا پاوا پوری ہی لیکن پاوا پوری پٹنہ کے ضلع میں بہار شریف کے قریب ہی اور وہاں سے کسیا تقریباً ساٹھ میل کے فاصلے پر ہی۔ اس لیے یہ ناممکن تھا کہ گوتم اس قدر شدید علالت میں ایک ہی دن میں اتنی بڑی مسافت طے کر لیتے عقل یہی کہتی ہی کہ وہ پاوا جس کا اس سلسلے میں ذکر کیا گیا ہی اور جہاں گوتم نے چندا کی دعوت کھائی وہ کسیا کے قریب ہی کوئی مقام تھا۔

[2] اصل پالی میں سکر مردو کا لفظ آتا ہی یورپین مترجمین نے اس کا ترجمہ سور کا گوشت کیا ہی لیکن یہ صحیح نہیں ہی "سکر مردو" کے معنی ہیں کھمبی نہ کہ سور کا گوشت۔ (دیکھو ضمیمہ)

دقتوں سے کوسی نگر کے باہر ایک باغ میں پہنچے۔ یہی آخری آرام گاہ تھی۔
کوکشتا ندی کے کنارے ہی پاک باطن گوتم نے یہ سمجھ لیا تھا کہ اب وہ
گھنٹے گھڑی کے مہمان ہیں۔ بار بار یہ خیال کھٹکتا تھا کہ کہیں لوگ بیچارے
چندا کو مطعون نہ کریں کہ اس نے گوتم کو ایسی چیز کھلائی کہ ان کی جان
ہی چلی گئی، اس لیے انھوں نے خاص طور سے اپنے عزیز چیلے انندا
سے کہا "چندا سے کہہ دینا کہ وہ آیندہ جنم میں بڑے انعامات پائے گا
اس لیے کہ اسی کا کھانا کھائے ہوئے میں اس دُنیا سے جا رہا ہوں"
اور اس سے کہہ دینا کہ تم نے یہ بات میری زبان سے سُنی ہے۔ دو ہدیے
سب سے زیادہ متبرک سمجھے جائیں گے، ایک تو سجاتا کا ہدیہ، جو مجھے
بودھی درخت کے نیچے بُدھ ہونے سے پہلے ملا اور دوسرا چُندا کا یہ تحفہ
جو میرے انتقال سے پہلے ملا۔"

اس کے بعد انندا کو اپنی تجہیز و تکفین کے بارے میں احکام
دیے اور اسے بودھ مذہب کی شریعت کے بارے میں آخری
ہدایتیں دیتے رہے۔ جب انندا کو اس کا یقین ہو گیا کہ شفیق گرو
کا واقعی آخری وقت ہے، تو وہ زار و قطار رونے لگا۔ گوتم نے اس کو
یوں تسکین دی "انندا پریشان نہ ہو، روؤ دھوؤ نہیں! کیا میں نے تم
کو یہ نہیں بتایا ہے کہ ہم کو ان تمام چیزوں سے جدا ہونا پڑے گا جن کو
ہم پیار کرتے ہیں یا جن سے ہم کو مسرت ہوتی ہے؟ کوئی شے خواہ وہ
کسی طرح پیدا ہوئی ہو یا بنی ہو اس زوال کو نہیں روک سکتی جو
اس کی ترکیب و ترتیب میں شامل ہے۔ ایسی کوئی شے وجود ہی میں نہیں
آسکتی۔ انندا! تم اپنے نیک کردار، اقوال اور خیالات کی وجہ سے

ایک مدّت سے مجھ سے بہت قریب ہو اور تم ہمیشہ کامیاب رہے ہو، استقلال سے کام لو اور تم بھی زندگی کی پیاس اور جہالت کی زنجیر سے بالکل آزاد ہو جاؤ گے!"

اس نصیحت کے بعد چیلوں پر انند کی فضیلت ظاہر کی اور تاکید کی کہ وہ ہمیشہ اس کی قدر و منزلت کرتے رہیں۔

آخری وعظ

رات کے وقت سو بھدرا برہمن کچھ سوالات کرنے آیا۔ گو تم اس وقت نیم غشی کی حالت میں تھے۔ انند نے اسے روکا مگر بدھ نے آواز سن کر آنکھیں کھولیں اور پاس بلا کر غرض پوچھی۔ وہ کچھ مابعد الطبیعیاتی مسائل پر سوالات کے جواب چاہتا تھا۔ بُدھ نے کہا کہ مجھ میں اتنی طاقت نہیں کہ تیرے سوالات کا جواب دوں۔ البتہ اپنا مسلک سمجھا سکتا ہوں، اور اسی عالم نزع میں اپنے اصول اس خوبی سے سمجھائے کہ سو بھدر ایمان لایا اور بودھ ہو گیا۔

اس کے بعد ہی بدھ نے انند سے کہا کہ "شاید تم یہ سمجھتے ہو کہ بودھ مذہب آج سے اس لیے ختم ہو گیا کہ اس کا معلّم انتقال کر گیا۔ لیکن ایسا نہ سمجھنا چاہیے۔ میرے مرنے کے بعد طریقت، مذہب اور سنگھ کے وہ اصول جو میں نے سکھائے ہیں وہی معلّم ہیں۔"

پھر بھکشوؤں کو قریب بلا کر نصیحتیں کرتے اور ہدایتیں دیتے رہے۔ اُن کے آخری الفاظ یہ تھے:-

"بھکشو! میں تم سے پوری قوت سے کہتا ہوں ہر مرکّب چیز میں زوال پذیری خلقی طور پر موجود ہے اپنی نجات کے لیے برابر کوشاں رہو!" یہ کہہ کے وہ بے ہوش ہو گئے اور اسی حالت میں وہ دُنیا سے

سدھار گئے۔ یہ حادثہ جاں کاہ ۴۸۳ ق م میں پیش آیا[۸۱]

تجہیز و تکفین | چیلوں میں آپس میں دیر تک اس امر پر بحث رہی کہ تجہیز و تکفین کس عنوان سے انجام دی جائے۔ بالآخر آنند کا فیصلہ مانا گیا اور لاش بڑی شان سے باجے بجاتے ہوئے مکتا بندھن کے مندر لے گئے اور چکرورتی راجاؤں کی طرح جلائی گئی اور چتا کیوڑے اور گلاب سے بجھائی گئی۔ "پھر ہڈیاں جمع کر کے کیا کے سنت گھر[۸۲] لائے جہاں اسے برچھیوں کی جالی اور کمانوں سے گھیر کر رکھا۔ بہت سے راجاؤں نے اس مقدس[۸۳] یادگار میں حصہ مانگا لیکن وہ متبرک ہڈیاں صرف راجگان پاوا اور کوسی[۸۴] نگلا کو تقسیم کی گئیں جنھوں نے عالیشان گنبد اپنے اپنے حصۂ رسدی پر تعمیر کیے۔ ان میں کا ایک گنبد حال میں کسیا کے قریب پایا گیا اور سنگین کتبہ بھی دستیاب ہوا جس نے ثابت کر دیا کہ کسیا ہی زمانہ قدیم کا کوسی نگلا اور کوسی نگر ہے مگر پاوا کے متعلق ہنوز تحقیقات غیر مکمل ہے۔

---

۸۱ سوٹ برس اور امیر احمد صاحب کا خیال ہے کہ بدھ نے ۵۸۰ ق م میں انتقال کیا۔ رائس ڈیوڈس نے ۴۱۲ ق م لکھا ہے۔ شیونراین شمیم نے ۵۴۳ ق م تحریر کیا ہے۔ لیکن حال میں اشوک کا ایک کتبہ دریافت ہوا ہے جس میں لکھا ہے کہ وہ ۲۵۶ برس بعد وفات گوتم اور ۳۸ برس بعد از تخت نشینی اشوک لکھا پایا گیا۔ پروفیسر کرن نے ثابت کیا ہے کہ تخت نشینی اشوک کی ۲۷۰ ق م میں عمل میں آئی اس طرح گوتم کی موت ۳۸ + ۲۷۰ + ۲۵۶ میں ہوئی یعنی ۵۶۴ ق م۔ اشوک کی تاج پوشی کے سنہ کے لیے دیکھو "اشوک" مصنفہ رنگا گرجی۔

۸۲ ٹاؤن ہال ۸۳ ایضاً

۸۴ صحیح لفظ کوسی نگر ہے۔ یورپین مورخین کے غلط تلفظ نے اسے کوسی نگلا بنا دیا۔

کیا دکنی تری پٹک قابلِ وثوق ہیں؟

جیسا ہم پہلے کہہ چکے ہیں گوتم بدھ کے زمانے میں عام طور سے کتابیں لکھی نہیں جاتی تھیں۔ اہم مذہبی تعلیمات جامع اور مانع الفاظ میں نظم کرکے یاد کرادی جاتی تھیں اور انھیں سوتر کہتے تھے۔ ان کا حفظ کرنا بہت ہی مقدس فریضہ سمجھا جاتا تھا۔ اس لیے تقریباً تین سو برس کی مدت تک بدھ کی تعلیمات کو ضبطِ تحریر میں لانے کی ضرورت نہ سمجھی گئی۔ شہنشاہ اشوک کے زمانے میں اس کے سنہ جلوس کے اٹھارھویں سال میں ایک کانسل (۲۵۲ ق م) ہوئی اس نے پہلی بار ان معتقدات کو کتابی شکل دینا طے کیا۔ یہ کتابیں تری پٹک کے نام سے موسوم کی گئیں اور وہ اس وقت کی عام بہاری زبان 'پالی' میں لکھی گئیں۔ وہ اصلی تری پٹک جو پٹنہ میں تیار ہوئیں معدوم ہیں۔ لیکن ان کی ایک نقل مہیند لے کر لنکا گیا۔ اس نے ان کا ترجمہ وہاں کی زبان سنگالی میں کیا۔ چنانچہ پانچویں صدی عیسوی تک یعنی تقریباً سات سو برس تک یہ مقدس کتابیں سنگالی زبان میں رہیں اور پالی کی تری پٹک معدوم ہوگئی۔ سنہ ۴۲۰ء میں بدھ گھوش نامی گیا کا رہنے

والا ایک راہب لنکا گیا اور اس نے سنگالی زبان سے ان مقدس کتابوں کو پھر پالی میں ترجمہ کیا۔ اور اب یہی تری پٹک، یعنی بودھ گھوش کی ترجمہ کی ہوئی تری پٹک سب سے زیادہ قدیم اور مستند مانی جاتی ہیں۔ ان ہی پر دکھنی بودھوں یعنی ہنیان فرقے والوں کا اعتقاد ہے اور یہی اس مذہب کی سب سے پرانی کتابیں ہیں۔ حافظے کی کمزوری کی موجودگی میں اور ترجمے کے ہیر پھیر کے بعد گوتم بدھ کی تعلیمات کہاں تک صحیح صورت میں ہمارے پاس پہنچی ہیں اس کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ پھر ہم اس پر بھی یقین واثق نہیں کر سکتے کہ یورپین محققین[1] نے جو پالی کا ترجمہ انگریزی زبان میں پیش کیا ہے۔ وہ بالکل صحیح اور درست ہے۔

خدا اور روح

بہر حال موجودہ تحقیق کی نظر میں جو کچھ گوتم کی بالاتفاق تعلیمات مانی جاتی ہیں وہ اس باب میں بالتفصیل دی جاتی ہیں۔ لیکن ان کے بیان سے پہلے اس امر کا واضح کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان تعلیمات سے یہ ظاہر ہے کہ گوتم نے جو کچھ پیش کیا ہے وہ ایک بانیٔ مذہب کی طرح پیش نہیں کیا بلکہ ایک مصلحِ اخلاق کی طرح یا ایک فلسفی کی حیثیت سے۔ ان کا سارا زور اخلاق اور عمل پر ہے۔ وہ انسان کو مابعدالطبیعیاتی جھگڑوں میں الجھانا اور اسے جنتِ آسمانی کا سبز باغ دکھانا نہیں چاہتے تھے بلکہ وہ اس کی زندگی کو جنتِ ارضی بنانا چاہتے تھے۔ انھوں نے خدا کے بارے میں کوئی بات صریحی طور پر اور صاف صاف نہیں کہی۔ ان کا خیال تھا کہ اس کے متعلق غور و فکر

---

[1] رائس ڈیوس وغیرہ۔

اس زندگی کے لیے مفید نہیں۔ وہ اس دُنیا کے علاوہ بہت سی دُنیاؤں کے قائل تھے، لیکن وہ کسی دوسرے عالم کے قائل نہ تھے۔ انھوں نے اس دُنیا کے وجود میں آنے کے اسباب و علل پر بھی کوئی خاص روشنی نہیں ڈالی ہی۔ ان کا سارا فلسفہ اسی زندگی اور اس کے اخلاقی نتائج پر مبنی ہی۔ چونکہ وہ اس ماحول میں پیدا ہوئے تھے جو تناسخ پر سختی سے عقیدت رکھتا تھا، اس لیے انھوں نے اپنے فلسفے میں بھی اسی نظریے کو داخل کر لیا اور اسے اخلاقی اصلاح کی اہمیت ظاہر کرنے کا خاص آلہ بنایا۔ وہ رُوح کے قائل نہ تھے اور نہ اسے جسم سے کوئی الگ چیز مانتے تھے۔

ان کا فلسفہ وہ اس امر پر بہت زور دیتے تھے کہ عالم میں جتنی چیزیں ہیں وہ اسباب و علل کے ماتحت آئی ہیں اور ہر چیز ہر لمحہ ایک غیر محسوس اور نامعلوم طریقے پر بدلتی رہتی ہی۔ یعنی ہر شئے قانونِ تغیر و تبدل اور علیت کی تابع ہی۔

وہ ہماری طرح کی جنّت اور جہنم کو نہ مانتے تھے لیکن اسے تسلیم کرتے تھے کہ ایسی دُنیائیں ہیں جہاں دیوتا رہتے ہیں۔ مگر ان کے خیال میں ان دیوتاؤں کی زندگیاں بھی اسی حد تک مادّی یا غیر مادّی ہو سکتی ہیں جس حد تک انھوں نے پہلے جنموں میں نیکیاں کی ہیں۔ وہ کہتے تھے کہ دیوتا بھی انسانوں کی طرح مر جاتے ہیں اور ان کی دُنیائیں بھی انھیں کے ساتھ ختم ہو جاتی ہیں۔ وہ کہتے تھے ایسی تکلیف دہ جگہیں بھی ہیں جہاں دیوتاؤں اور انسانوں کے بُرے اعمال کی وجہ سے نہایت ہی منحوم اور مجبور ذاتیں پیدا ہو جاتی ہیں، لیکن جب پہلے

جنم کی بُرائیوں کا اثر جاتا رہتا ہے تو وہ دنیائیں بھی غائب ہو جاتی ہیں۔ ان تمام دُنیاؤں میں برابر تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ انقلابات ہوتے رہتے ہیں اور ان کے بننے اور بگڑنے کا ایک دورِ مسلسل ہے جس کی ابتدا اور انتہا انسانی علم سے باہر ہے۔ ترکیب و تحلیل[1] کا قانون عام ہے اور اس سے انسان ہو یا دیوتا کوئی بَری نہیں۔ وہ عناصر جن کی ترکیب سے ایک ذی حس وجود بنتا ہے ان کی تحلیل ایک نہ ایک دن ہونا ضروری ہے اور یہ انسان کی جہالت اور خود فریبی ہے کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ عالم کی ساری چیزوں سے الگ تھلگ ہے اور وہ موجود بالذات[2] ہے۔

بچّہ جیسے جیسے بڑھتا ہے اس کے دماغ میں ایک دھندلے آئینے کی طرح اردگرد کی دنیا کا عکس پڑتا ہے اور وہ غیر شعوری طور پر اپنے کو اس دھندلی دُنیا کا مرکز سمجھتا ہے۔ آہستہ آہستہ یہ دائرہ وسیع ہونے لگتا ہے۔ لیکن سنِ شعور تک پہنچنے پر بھی انسان کو اپنے متعلق دھوکا باقی رہتا ہے۔ وہ اپنی زندگی خواہشوں اور فکروں میں صرف کرتا ہے اور ایسی چیزوں کے حصول کی آرزو کرتا ہے جن کے پا جانے سے اسے خوشی نہیں ملتی، بلکہ جو دوسری اور نئی خواہشوں کا سبب بنتی ہیں۔ اور اس طرح وہ ہمیشہ کسی نہ کسی خواہش کے پورا کرنے میں لگا رہتا ہے۔ اکثر لوگوں کی یہ غرضیں اور خواہشیں ذلیل و پست ہوتی ہیں، لیکن وہ اقلیت بھی جس کی آرزوئیں بلند ہوتی ہیں خود بین و خود غرض ہو جاتی ہے اور نتیجے میں اپنے کو افسردگی و رنج کا مستحق بنا لیتی ہے۔

---

[1] Composition & decomposition

[2] Self existent

اشیا کے عناصرِ ترکیبی

ہم ان وجوہ سے مجبور ہیں کہ خود بینی اور دوسری برائیوں کے اسباب پر نظر کریں۔ چنانچہ گوتم کے نظریہ کے ماتحت انسان مختلف صفات و اغراض کا مرکب ہے اور یہ تمام چیزیں یا تو مادّی ہیں یا مادّے کا نتیجہ۔ اس لیے اس مرکب انسان کے اجزائے ترکیبی انھوں نے یوں بیان کیے ہیں:-

۱- مادّی تصوریات و صفات یا رُوپ ۲۸ ہیں:-

(الف) عناصرِ اربعہ - مٹی، آگ، پانی، ہوا - ۳

(ب) حواسِ خمسہ - آنکھ، ناک، کان، زبان اور جسم (لمس کے لیے) ۵

(ج) مادّے کے پانچ خواص - صورت، آواز، بو، مزہ، اور جوہر ۵

(د) جنس - مذکر اور مونث - ۲

(س) تین ضروری حالتیں - خیال، قوتِ حیات، مکان و زماں - ۳

(ص) اطلاع کے دو ذرائع - گفتگو، اشارہ - ۲

(ش) زندہ اجسام کی سات صفتیں - بحال ہونے کی صلاحیت، جمع ہونے کی صلاحیت، تصرف کی صلاحیت، استمداد، انحطاط، تغیر اور لچک - ۷

۲۸

۲- احساسات (ویدان) چھ قسم کے ہوتے ہیں - پانچ تو وہ جو پانچوں حسوں کے ذریعے پیدا ہوتے ہیں اور چھٹا ذہنی، جو حافظے کے ذریعے پیدا ہوتا ہے - ان میں سے ہر ایک کی تین قسمیں ہوتی ہیں۔

؎ Space　　؎ Vitality

(۱) مقبول (۲) غیر مقبول (۳) معتدل (یعنی وہ جو نہ مقبول ہو اور نہ غیر مقبول)

۳۔ تصوراتِ مجرد و منتزع (سنّا[۵۱]) کی چھ قسمیں ہیں۔ یہ سب کی سب انھی چھ احساسات سے متعلق رہتی ہیں۔ مثلاً رنگ، درخت، چڑیا وغیرہ کا تصور باصرہ سے متعلق ہے۔ مٹھاس کا تصور ذائقے سے اور خوش بو کا شامہ سے وغیرہ وغیرہ۔

۴۔ قوت اور رجحان (سنکھارا[۵۲]) کی باون قسمیں ہیں۔ یہ اقسام ایک دوسرے کی مانع نہیں ہیں اور ان میں سے بعض مذکور الصدر مدات میں بھی پائی جاتی ہیں، لیکن ان (سنکھارا) اور اُن میں فرق یہ ہے کہ جتنی چیزیں اب تک بیان کی گئی ہیں وہ خارجیت پر مبنی ہیں مگر اب جو بیان کی جائیں گی وہ سب داخلی ہیں۔

(۱) پھاسا یا اتصال (۲) ودان یعنی اتصال کے نتیجے میں احساس۔ (۳) سنّا ان احساسات کا نتیجہ، منتزع خیالات یا تصورات (۴) چیتنا۔ خیالات یعنی تصورات کا جوڑنا (۵) منا سیکار۔ غور و فکر کرنا۔ خیالات کا دہرانا یا الٹنا پلٹنا (۶) ستی۔ حافظہ (۷) جیوِندریہ۔ قوتِ حیات (۸) اکاگاتا تشخصیت (۹) وتک۔ توجہ (۱۰) وِچکار۔ تفتیش (۱۱) ویریہ۔ سعی (۱۲) ادھیموکھ۔ استواری (۱۳) پیتی۔ خوشی (۱۴) چند۔ تشویق و تحریک (۱۵) مجھتتا۔ بے اعتنائی۔ (۱۶۔ ۱۷) تھین اور مدھ۔ نوم اور بے حسی (۱۸۔ ۱۹) موہ اور پنیا۔ ذہانت اور کند ذہنی (۲۰۔ ۲۱) لوبھ اور الوبھ۔ حرص و قناعت (۲۲۔ ۲۳) اتپ اور انوتپ۔ ڈر اور تہوّر (۲۴۔ ۲۵) ہری اور اہریک۔ حیا اور بے حیائی

---

[۵۱] شونرائن شمیم نے اس کا ترجمہ تفہم کیا ہے۔
[۵۲] بعض لوگ اس کا ترجمہ تحتِ شعور بھی کرتے ہیں۔

(۲۶-۲۷) ددس اور اددس۔ نفرت اور محبّت (۲۸-۲۹-۳۰) وسیکچا، سدھا، وتھی۔ شک۔ اعتقاد۔ توہم (۳۱-۳۲) پسدھی۔ سکون جسمانی یا دماغی (۳۳-۳۴) لہونا۔ دماغی یا جسمانی۔ چُستی وستعدی (۳۵-۳۶) مدوناجسمانی یا دماغی نرمی یا لچک (۳۷-۳۸) کم نتا جسمانی یا دماغی تصرف پزیری واثر پزیری (۳۹-۴۰) پگونا تا۔ سبکدستی یا مہارت۔ جسمانی ہو یا دماغی (۴۱-۴۲) اجلوکاتا۔ استقامت جسمانی یا دماغی (۴۳ تا ۴۵) ستما۔ تقریر۔ عمل یا زندگی کی مناسبت ومعقولیت (۴۶) کرونا۔ دوسروں کے رنج کے لیے رنج کرنا۔ دردمندی (۴۷) مودنا۔ دوسروں کی خوشی میں خوش ہونا۔ مسرتِ اخوّت (۴۸) افنا۔ دوسروں کی خوشی پر رنج۔ رشک (۴۹) مچاریہ۔ اپنی خوشی میں دوسروں کی شرکت ناپسند کرنا۔ خود غرضی (۵۰) کوکک۔ تیکھاپن (۵۱) اودھکہ۔ خود بینی (۵۲) مانو۔ غرور۔

۵۔ ونان۔ خیال وشعور۔ یہ آخری سکندھ ہے۔ اس کا مقام دل[۵۳] ہے اور اس کی ۸۹ قسمیں ہیں اور اس کی تقسیم اچھے اور بُرے کے لحاظ سے کی گئی ہے۔ انسان کا جسم ودماغ انھیں پانچوں چیزوں سے مرکب ہے۔ چنانچہ بُدھ نے ایک تمثیل کے ذریعے اس مسئلے کو یوں سمجھایا ہے:

"پہلے گروہ کی مادّی صفات مثل جھاگ کے ڈھیر کے ہیں جو آہستہ آہستہ مجتمع ہوتا اور غائب ہو جاتا ہے۔ دوسرے گروہ کے احساسات مثل حباب کے ہیں جو سطحِ آب پر ناچتا رہتا ہے۔ تیسرے گروہ کے تصوّرات مثل سراب کے ہیں جو دھوپ میں دکھائی دیتا ہے۔ چوتھے

---

[۵۱] Pliancy

[۵۲] Adaptability

[۵۳] گوگرلی۔

گروہ کے دماغی واخلاقی رجحانات مثل کیلے کے تنے کے ہیں جو نہ سخت ہوتا ہی اور نہ ٹھوس۔ اور آخری گروہ کے خیالات مثل پیکرِ خیالی یا جادو کے شعبدے کے ہیں۔[۱] ان میں سے کوئی بھی روح نہیں کہا جا سکتا۔ جسم ہمیشہ بدلا کرتا ہی اور اسی طرح اس کے کام اور اس کی صلاحیتیں بھی بدلا کرتی ہیں۔ انسان ہر دوسرے لمحے وہی انسان نہیں رہتا جو وہ اس کے پہلے لمحے میں تھا۔ یہ اس کی جہالت ہی کہ وہ اپنے کو غیر متغیر سمجھ کر اپنے اندر ایک روح مانتا ہی۔ چنانچہ بودھ مذہب کے پیرووں کا خاص فریضہ ہی کہ وہ شخصیت اور روح کے خیال سے پرہیز کریں۔ اس لیے کہ روح پہ یقین رکھنا بُرائیوں کی جڑ ہی۔ اور یہ اعتقاد منجملہ اور اسباب کے ایک خاص سبب ہی پیدائش و زوال، موت و غم اور افسوس و رنج کا! بدھ کی زبانی اس مسئلہ روح پر حسب ذیل وعظ[۲] منقول ہی۔

عدم روح پہ وعظ

"بھکشوو! روح کے متعلق مختلف معلّمین (برہمن اور برہمن) جو بھی نظریہ پیش کرتے ہیں وہ یہی ہی کہ یا تو وہ پانچوں سکندھوں (صفات) کا مجموعہ ہی، یا ان میں سے ایک سکندھ ہی۔ اس لیے بھکشوو! جاہل و غیر متشرع وہی ہی جو نہ عالم و متشرع لوگوں کی صحبت میں رہتا ہی اور نہ ان کی شریعت (بودھ مذہب) سمجھتا ہی، اور نہ اس کے مطابق زندگی بسر کرتا ہی۔ ایسا آدمی روح کے بارے میں یہ خیال کرتا ہی کہ وہ یا تو روپ (مادی خصوصیات) ہی، یا روپ میں شامل ہی یا روپ میں رہتی ہی یا یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ ودان (احساسات) ہی، یا ودان میں رہتی ہی یا ودان رکھتی ہی یا ودان میں شامل ہی۔ اسی

[۱] اسپنس ہارڈی [۲] برنوف

طرح بقیہ تینوں سکندھوں (تصوّرات، رجحانات اور عقل) کے بارے میں بھی سوچتے ہیں۔ اسی طرح روح کے بارے میں ان بیسوں طریقوں میں سے کسی ایک پر یقین رکھنے سے اسے "میں" کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ اس میں پانچوں حواس، ذہنی صفتیں اور جہالت مل جاتی ہیں۔ ان احساسات سے جو جہالت اور اتصال کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں حیاتی غیر متشرع آدمی اس مغالطے میں گرفتار ہوتا ہے کہ "میں ہوں، میرا وجود ہے، میں رہوں گا، میں نہ رہوں گا، میں مادی صفات کا حامل رہوں گا یا نہ رہوں گا، میرے تصوّرات ہوں گے یا نہ ہوں گے یا میں تصوّرات کے ساتھ یا بغیر تصوّرات کے رہوں گا۔" لیکن بھکشو! متشرع (پابندِ مذہب بودھ) کے چیلے نے باوجود حواسِ خمسہ رکھنے کے اس جہالت سے آزادی حاصل کر لی ہے اور اسے عقل آ گئی ہے۔ اور اس لیے 'میں' وغیرہ کے خیالات اس کے ہاں پیدا ہی نہیں ہوتے" غرض روح سے انکار بودھ مذہب کا ایک ضروری جزو (رہنیان یا دکنی بودھوں کے مطابق) ہے۔

اب اس مسئلے کا حل ضروری ہوا کہ اگر روح کوئی چیز نہیں اور تناسخ[1] یعنی بار بار جنم لینا بھی صحیح ہے تو وہ کون سی انسانی چیز باقی رہ جاتی ہے جو

---

[1] مفکرین کو ابتدا سے اس سوال کے حل کی فکر رہی کہ لوگ مختلف طرح کے عیوب کے ساتھ کیوں پیدا ہوتے ہیں اور زندگی میں اس طرح کا اختلاف کیوں ہے کہ کوئی راجا ہے کوئی پرجا، کوئی امیر ہے کوئی غریب، کوئی محلوں میں رہتا ہے اور کوئی جھونپڑیوں میں۔

اس سوال کا جواب دو طرح دیا گیا ہے۔ (۱) ایک طبقہ اہلِ مذاہب کا قسمت یا تقدیر کا قائل ہے۔ ان لوگوں کے خیال میں ہر فرد کے بارے میں کچھ نہ کچھ منشاء قدرت میں گزر چکا ہے اور یہی اس شخص کی تقدیر، قسمت یا مقدر ہے۔ اب جو کچھ کہ علمِ الٰہی میں آ چکا ہے وہ غلط نہیں ہو سکتا۔ اس لیے ہر فرد کو وہی زندگی بھگتنا پڑے گی جو اس

(بقیہ نوٹ صفحہ ۸۲ پر)

بار بار جنم لیتی ہی؟

تناسخ اور کرم گوتم چونکہ ہندستان میں پیدا ہوئے تھے اور یہیں کے فلسفے کا انھوں نے مطالعہ کیا تھا اس لیے وہ تناسخ سے انکار نہ کرسکے۔ انھوں نے انسان کا بار بار پیدا ہونا اور جنم لینا تسلیم کیا لیکن چونکہ وہ روح کے قائل نہ تھے اور اسے جسم سے ایک الگ چیز ماننے سے انکار کرچکے تھے اس لیے انھیں مذکور الصدر سوال کا تسکین بخش جواب دینا تھا۔ انھوں نے اس کا حل "کرم" کے نظریے کی صورت میں پیش کیا اور اسے ایک راز اور معمّہ کہ کر سائل کو مزید سوالات سے روک دیا۔

نظریۂ کرم کے ماتحت جیسے ہی کوئی حیوان (انسان، جانور، دیوتا) مرتا ہی اس کے لیے ایک نئی زندگی کم و بیش آرام کے ساتھ شروع

(صفحہ ۸۱ کا بقیہ نوٹ) کے لیے مقدّر ہوچکی ہی۔ اس طرح تقدیر پر یقین رکھنے والے اپنی ناکامی کا سارا الزام اپنی قسمت اور تقدیر پر رکھ دیتے ہیں اور اپنے کو اپنے افعال اور کردار کی ذمے داریوں سے بچا لیتے ہیں۔ (۲) دوسرا گروہ جس میں فلسفیٔن ہند اور بعض یونانی حکما مثل فیثاغورث اور افلاطون کے شریک ہیں، تناسخ کا قائل ہی۔ ان کے نزدیک انسان بار بار پیدا ہوتا ہی کبھی انسانی صورت میں، کبھی حیوانی صورت میں اور کبھی نباتاتی صورت میں۔ اسی کو جنم لینا کہتے ہیں۔ ہر موجودہ جنم پچھلے جنم کے اعمال پر مبنی ہوتا ہی۔ اور جتنے وہ اچھّے یا بُرے ہوں گے اسی کے لحاظ سے ہم کو موجودہ جنم میں خوشی و راحت یا رنج و تکلیف ملے گی۔ ہم نیک کردار ہوں گے تو ہماری روح جنم کے مختلف ادوار سے گزرتی ہوئی اس بڑی روح میں مدغم ہوجائے گی جسے خدا یا برہما کہتے ہیں۔ اگر ہم متواتر بداعمال ہوتے جائیں گے تو ہمیں بُرے سے بُرے جنم ملتے جائیں گے۔ یہاں تک کہ مصیبتیں جھیلتے جھیلتے ہم نیک اعمال کرنے پر مجبور ہوجائیں اور یوں پاک اور منزّہ ہوکر برہما تک واپس جائیں الغ دونوں نظریوں کو ماننے والے روح کو جسم سے ایک علیحدہ چیز مانتے ہیں اور اسے غیر فانی سمجھتے ہیں

ہو جاتی ہے۔ یہ زندگی خوش گوار یا ناخوش گوار اسی حیثیت اور تناسب سے ہوتی ہے جس نسبت سے اس نے اچھے یا بُرے افعال واعمال کیے ہیں۔ وہ سبب جو اس نئی زندگی کا باعث ہوتا ہے وہ ترشنا (تشنگی) ہے یا اُپاوان (گرفت کی کوشش کرنا) ہے۔ پھر حواس کا ظاہری دنیا سے اتصال ہوتا ہے اور احساسات شروع ہو جاتے ہیں۔ ان احساسات سے پھر تشنگی یعنی ضرورتوں کے پورا کرنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ اس تشنگی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان خواہشات کو پورا کرنے یا گرفت میں لانے کی فکر (اپادان) میں شدّت ہو جاتی ہے۔ یہ فکر یا اپادان اس نئی فرد کی وجود میں لا دیتی ہے۔ اور اس نئی فرد کا ماحول، فطرت، مستقبل، وہی "کرم" طے کرتا ہے جو اس کے پہلے جنم کا پھل ہے۔

"کرم" کے اس نظریے نے دو حدوں کے اندر ایک اعتدال سا پیدا کر دیا ہے۔ ایک حد پر تو وہ لوگ ہیں جو روح کے قائل ہیں اور اسے ایک غیر فانی چیز مانتے ہیں۔ دوسری حد پر وہ لوگ ہیں جو اخلاقی انصاف اور حسابِ آخرت کے منکر ہیں۔ بودھ مذہب کا پیرو روح کا قائل نہیں لیکن وہ اس پر مصر ہے کہ اعمال کا نتیجہ ملنا ضروری ہے۔ اور اسی لیے انسان کا اخلاقی فریضہ ہے کہ نیکوکار بنے اور عملِ صالح کرے۔

مگر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر روح نہیں رہتی تو اعمال کا نتیجہ کیسا؟ بودھ مذہب کہتا ہے کہ روح نہیں رہتی مگر کرم رہتا ہے۔ یعنی ہر فرد کے اعمال تقریر اور خیال کے نتائج باقی رہتے ہیں اور یہ کرم نہیں فنا ہوتا ہے۔ یہی کرم مردہ شخصیت کے اجزا کو اکٹھا کرکے اور اس کی صلاحیتوں اور

رجحانوں کو جمع کر کے ایک نئے وجود اور ایک نئی فرد کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ جس طرح کہ ایک نسل ختم ہونے پر اپنی تمام اچھائیاں اور برائیاں آنے والی نسل کو ورثے میں دے جاتی ہے، بالکل اسی طرح ہر فرد فنا ہوتے ہی اپنی نیکیاں اور بدیاں نئی فرد اور نئی شخصیت کو دے دیتی ہے۔ اسی لیے اگر اس دور و تسلسل سے چھوٹنا ہے اور بار بار جنم لینے کی مصیبت سے بچنا ہے تو انسان کو گوتم کے بنائے ہوئے اس راستے پر چلنا چاہیے جو خوشی، اطمینان، عقل، نیکی، راحت، سکون اور نروان تک لے جاتا ہے۔

سیدھا راستہ یہ سیدھا راستہ چار حقیقتوں پر مبنی ہے۔ غم، سبب غم، انسدادِ غم، اور فنائے غم۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے:۔

(۱) فرد کی زندگی میں وہ واقعات جو پیدائش، احساسات، انحطاط، علالت اور موت سے متعلق ہیں۔ اور وہ جو خوش گوار چیزوں سے جدا کرتے ہیں یا ناخوش گوار سے دوچار کرتے ہیں یا ملکیت کی نامشکور خواہش سے متعلق ہیں۔ ان تمام صورتوں میں وہ حالتیں پیش آتی ہیں جو غم والم سے بھری ہوئی ہوتی ہیں۔

(۲) احساسات کے بعد جو تشنگی یا خواہش پیدا ہوتی ہے، جس سے اپنی شخصیت کو الگ یا منفرد سمجھنے کی غلط فہمی وجود میں آتی ہے جو بڑھ کر ہوس میں تبدیل ہو جاتی ہے، جو مستقبل کی زندگی کا خواہاں بنا دیتی ہے یا جو موجودہ دنیا سے دل لگاؤ کا باعث ہوتی ہے، وہی تمام آلام کی جڑ ہے۔

(۳) اس لیے اگر ہم اس تشنگی، اس خواہش اور اس ہوس کو مار دیں تو، ہم وغم باقی ہی نہ رہیں گے۔

(۴) اس مقصد کے حاصل کرنے کی صرف ایک صورت ہے اور وہ صراطِ مستقیم یا بُدھ کے بنائے ہوئے راستے پر چلنا ہے۔ یہ راستہ کوئی موہوم شے نہیں ہے۔ اس کی پیمائش کر کے اسے آٹھ حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے اور اس کی چار منزلیں مقرر کر دی گئی ہیں۔ وہ آٹھ حصے یہ ہیں:۔

صراطِ مستقیم اور اس کے منازل

(۱) صحیح نظریہ (۲) صحیح مقصد (۳) صحیح الفاظ (۴) صحیح کردار (۵) صحیح طریقۂ معاش (۶) صحیح کوشش (۷) صحیح احتیاط (۸) صحیح فکر و سکون

چار منزلیں حسبِ ذیل ہیں۔

(۱) تبدیلِ مذہب ۔ یہ چار چیزوں پر مبنی ہے۔

(الف) نیکوکاروں کی صحبت۔

(ب) شریعت بودھ کا مذہب۔

(ج) اس شریعت پر غور و فکر۔

(د) نیک اعمال۔

اس پہلی ہی منزل پر پہنچتے ہی بودھ کا پیرو نہ تو روح کا قائل رہتا ہے اور نہ رسم و مراسم کا۔ اور وہ گوتم بدھ کی تعلیمات پر شک کرنے کی جگہ کامل یقین رکھنے لگتا ہے۔

(۲) صرف ایک بار اس دنیا میں جنم لینا ۔ جو شخص تبدیلِ مذہب کر چکا ہوتا ہے وہ شک، رسوم اور وہم انفرادیت سے آزاد ہوتے ہی ہوس، نفرت اور وہم کو کم سے کم کر دیتا ہے۔ اس لیے اسے بس ایک بار اور جنم لینا پڑے گا کہ وہ ان چیزوں کو بالکل فنا کر دے اور اس طرح اس کا کوئی کرم ہی باقی نہ رہ جائے۔ سالک دوسری منزل پر

پہنچ گیا)

(۳) اس دنیا میں پھر نہ پلٹنا۔ جب ہوس اور نفرت کو اس طرح مٹا دیا جائے کہ اپنی کوئی خواہش اور دوسروں کے لیے کوئی بُرا جذبہ نہ پیدا ہو تو دوسرے جنم کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی (سالک نے تیسری منزل تمام کی)

(۴) اَرہَت۔ یہ وہ منزل ہے جہاں علم و بصیرت کی وہ فراوانی ہوتی ہے کہ جہالت، خود بینی اور غرور کا نام نہیں رہ جاتا۔ اور مادی و غیر مادی کسی طرح کی زندگی کی خواہش باقی نہیں رہ جاتی (یہ آخری منزل ہے)

زنجیریں

ان منازل کو طے کرنے سے سالک دس زنجیروں کو توڑ دے گا۔ وہ یہ ہیں:۔

(۱) وہم شخصیت (۲) بدھ میں شک (۳) رواسم پر یقین (۴) نفس پرستی و ہوس پرستی (۵) نفرت (۶) اس دنیا میں زندگی کی خواہش (۷) جنّت کی خواہش (۸) غرور (۹) اپنے کو صحیح اور سچّا سمجھنا (۱۰) جہالت

بودھ مذہب کا پابند جب پہلی پانچ زنجیریں توڑ لے گا تو وہ ارہت ہو جائے گا اور جب پوری دس زنجیریں پاش پاش کر دے گا تو اسے آسکھ کا مرتبہ مل جائے گا اور اسی مرتبے کے حاصل کرنے کا نام نروان ہے۔ لفظ نروان کے لفظی معنی فنا ہیں لیکن یہ فنا کسی مفروضہ روح کی نہیں ہے بلکہ اس ذہنی و جسمانی رجحان کی ہے، جو کرم کے نظریے کے مطابق انفرادی زندگی کو بار بار معرضِ وجود میں لاتا ہے۔ یہ رجحان اسی وقت فنا ہوگا جب ہم اس کے بالکل متضاد رجحانات اپنے میں پیدا کریں۔ اور جب یہ متضاد کیفیت اپنے حدِ کمال پر پہنچ جائے گی

یعنی جب مکمل نیکی، عقل اور اطمینان حاصل ہو جائے گا تو یہی نروان ہے۔
نروان حاصل ہونے کے بعد نہ تو پھر فکر ہوگی نہ غم، نہ خواہش، نہ انفرادیت، نہ کرم اور نہ دوسرا جنم۔ انسان ان تمام جھگڑوں سے نجات پا جائے گا۔ اور اس زندگی کے ختم ہونے پر پھر وجود میں نہ آئے گا[1]
لیکن بودھ مذہب کی پیروی کا اصل مقصد صرف کرم اور جنم کے جھگڑوں سے چھٹکارا ہی نہیں ہے بلکہ زندگی میں نروان حاصل کر کے وہ اطمینان نیکی، عقل اور طہارتِ نفس حاصل کر لیتا ہے جو انسان کے لیے اسی دنیا کو بہشت بنا سکتی ہے۔

اخلاقی احکام

ان اصولی تعلیمات کے علاوہ اخلاقی احکام بھی ہیں اور یہ احکام محض مذہبی زندگی بسر کرنے والوں یا بھکشووں کے لیے نہیں ہیں بلکہ عام ہیں۔ اور ہر طرح کے لوگوں کو ان پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

۱۔ غصہ، شراب نوشی، ضد، تعصب، دھوکا، حسد، خودستائی دوسروں کی برائی کرنا، غرور، اور بدگوئی نجاستیں ہیں، گوشت کا کھانا (نجاست) نہیں ہے۔
مچھلی اور گوشت سے پرہیز، ننگے رہنا، سر گھٹانا، جٹا دھاری

[1] پروفیسر میکس ملر، پروفیسر چلڈرس اور رائس ڈیوڈس نے تمام پٹک اور مختلف بودھی کتابوں میں لفظ نروان کی تلاش کی ہے۔ اور ہر مقام پر اس کے استعمال سے بحث کر کے نتیجہ نکالا ہے کہ اس کے معنی موت نہیں ہے جو کرم اور جنم سے مبرا ہو۔ اس خاص مفہوم کے لیے پاری نروان اور انوپادی سیشھا استعمال ہوتے تھے۔ نروان کے صحیح معنی جنتِ دنیاوی ہے۔ یعنی ایسی زندگی جو تفکرات و خواہشات سے خالی ہو اور اطمینان اور عقل سے لبریز۔

بٹھا، موٹے کپڑے پہننا۔ اگنی دیوی کو قربانی چڑھانا، کسی کو توہمات سے پاک نہیں کر سکتے۔

ویدوں کی تلاوت۔ برہمنوں کو نذر۔ دیوتاؤں کے سامنے قربانی چڑھانا، اپنے کو گرمی یا سردی سے ایذا پہنچانا۔ یا اسی طرح کی دوسری تپسیا جو بقائے دوام کے لیئے کی جاتی ہیں، یہ باتیں کسی کو پاک نہیں بناتیں اور نہ اسے توہمات سے آزاد کرتی ہیں۔

۲۔ مستقل مزاج رہو۔ کھل کھلا کر ہنسنا ترک کرو۔ بادشاہوں وغیرہ کی بیہودہ کہانیاں نہ بیان کرو، رونا جھنجھلانا، دھوکا دینا ترک کرو اور بغیر تصنّع و لالچ، حسد، تشدد اور جہالت کی زندگی بسر کرو۔

۳۔ آٹھ احکام دیے گئے ہیں جو آٹھ علوم یا اپوستھ کہلاتے ہیں۔

ا۔ جیو ہتیا نہ کرو، جو تم کو نہ دیا جائے اسے نہ لو، جھوٹ نہ بولو، مدہوش بنانے والی چیزیں نہ پیو، ناجائز جنسی تعلقات نہ کرو کہ یہ نہایت ہی کمینہ حرکت ہے، رات کو بہت سا نہ کھاؤ، پھول نہ پہنو اور عطر نہ لگاؤ، زمین پر صرف ایک چٹائی بچھا کر سوؤ۔

ان آٹھ احکامات میں سے اوّل پانچ فرض ہیں اور بقیہ تین مستحب۔

۴۔ دین داروں کے لیے یہ بھی مناسب ہے کہ وہ قمری مہینے کی پہلی، آٹھویں، چودھویں، پندرھویں کو اپوستھ یعنی روزہ رکھیں۔

۵۔ نمبر ۳ میں دیئے ہوئے آٹھ احکامات کے علاوہ دو اور ہیں۔

(۱) ناچ گانا، موسیقی اور تمثیل نگاری سے پرہیز کرو۔

(۲) چاندی اور سونے کے استعمال سے اجتناب کرو۔

یہ دس اخلاقی قانون "دس سیلا" کہلاتے ہیں۔

دس گناہ بھی بتائے گئے ہیں تین تو جسمانی ہیں:- جان لینا، چوری کرنا (یعنی جو کچھ دیا نہیں گیا ہو اسے لے لینا) ناجائز جنسی تعلق کرنا۔ چار تقریر سے تعلق رکھتے ہیں، یعنی جھوٹ بولنا، چغلی کھانا، بدنام کرنا، گالی دینا اور فضول گوئی کرنا۔ تین دماغی ہیں۔ لالچ، حسد، شک (یعنی اس بدھ کی تعلیمات وغیرہ میں شک کرنا)

۷۔ گوتم نے ایک وعظ میں دنیا کے چھو اطراف بتائے ہیں۔ مغرب و مشرق۔ جنوب و شمال۔ زمین و آسمان۔ انھوں نے کہا کہ "ہر شخص کو چاہیے کہ وہ ہر شش اطراف کی نیکوکرداری کے ذریعے حفاظت کرے۔ اپنے والدین کو مشرق سمجھے، بیوی بچّوں کو مغرب، استادوں کو جنوب، اپنے دوستوں اور اعزا کو شمال، مذہبی لوگوں کو (خواہ وہ برہمن ہوں یا بودھ) آسمان اور اپنے غلاموں اور خادموں کو زمین جانے" اسی حکم کو زیادہ تفصیل سے یوں بیان کیا گیا ہے۔

(۱) والدین اور اولاد، والدین کا فرض ہے کہ:-

ا۔ اپنے بچّوں کو بُرائیوں سے بچائیں۔

(ب) انھیں نیکی کی تعلیم دیں۔

(ج) انھیں علوم و فنون کی تعلیم دلائیں۔

(د) ان کے لیے مناسب شوہر یا بیوی تلاش کریں

(س) ان کے لیے ورثہ چھوڑ جائیں۔

اولاد کا فرض ہے کہ وہ کہے:-

(الف) میں ان لوگوں کی کفالت کروں گا جو میرے کفیل تھے۔

(ب) میں وہ گھریلو فرائض انجام دوں گا جو ان پر عائد تھے۔

(ج) میں ان کی ملکیت کی حفاظت کروں گا، میں اپنے کو ان کا جانشین بننے کا مستحق بناؤں گا۔

(د) ان کے انتقال کے بعد میں ان کو عزّت سے یاد کروں گا۔

۲۔ **شاگرد و معلّم**۔ شاگرد استاد کی عزّت یوں کرے۔

(الف) کھڑا ہو کر ان کی تعظیم کرے (ب) ان کی خدمت کرے (ج) ان کے احکام کی تعمیل کرے (د) ان کی ضرورتوں کو پورا کرے۔ (ہ) ان کی تعلیم کو بغور سُنے۔

استاد کو شاگردوں پر اپنی شفقت کا اظہار اس طرح کرنا چاہیے۔

(الف) ان کو وہ تمام باتیں سکھائے جو بھلی ہیں (ب) ان کو یہ سکھائے کہ علم حاصل کرکے نہ بھولیں (ج) ان کو مذہبی کہانیاں اور سائنس سکھائے (د) ان کے دوستوں اور ساتھیوں سے ان کی تعریف کرے (ہ) ان کو خطرات سے بچائے۔

۳۔ **شوہر و بیوی**۔ شوہر کو بیوی سے اس طرح محبّت کرنی چاہیے۔

(الف) اس کے ساتھ عزّت کا سلوک کرے (ب) اس کے ساتھ نیکی سے پیش آوے (ج) اس کے ساتھ وفاداری برتے یعنی اس کے ہوتے ہوئے کسی دوسری عورت سے تعلق نہ کرے (د) دوسروں سے اس کی عزّت کرائے (ہ) اسے مناسب زیور اور کپڑے دے۔

بیوی کو شوہر سے یوں محبّت کا اظہار کرنا چاہیے۔

(الف) وہ اس کے گھر کا معقول انتظام کرے (ب) عزیزوں اور دوستوں کی تواضع کرے (ج) باعصمت رہے (د) فضول خرچی نہ کرے (ہ) کام ہنرمندی اور مستعدی سے انجام دے۔

۴۔ **دوست اور ساتھی**۔ باعزت آدمی اپنے دوستوں کے ساتھ اس طرح پیش آئے :۔

(۱) انھیں تحائف دے (۲) اخلاق سے گفتگو کرے (۳) ان کے فائدے کے لیے کوشش کرے (۴) ان کے ساتھ مساویانہ سلوک کرے، یعنی اس طرح کا سلوک جس کو وہ اپنے کو مستحق سمجھتا ہو (۵) اپنی دولت وامارت میں اس کو شریک کرے۔

وہ لوگ اس سے اپنا اخلاص یوں ظاہر کریں کہ :۔

(۱) اس وقت اس کی نگہبانی کریں جب وہ بے خبر ہو (۲) اس کی ملک کا اس وقت تحفظ کریں جب وہ بے پروا ہو (۳) اسے خطرے کی حالت میں پناہ دیں (۴) بدقسمتی میں اس کا ساتھ دیں (۵) اس کے خاندان کے ساتھ نیکی سے پیش آئیں۔

۵۔ **آقا و ملازم**۔ مالک اپنے ملازمین کے ساتھ یوں پیش آئیں۔

(۱) ان کی طاقت کے مطابق ان سے کام لیں (۲) ان کو مناسب کھانا اور تنخواہ دیں (۳) علالت میں ان کی تیمارداری کریں (۴) عام طور پر نہ پکنے والی غذاؤں میں ان کو شریک کریں۔ کبھی کبھی ان کو چھٹی دیا کریں۔

وہ اپنے اخلاص کا اظہار یوں کریں کہ

(۱) اس کی تعظیم کریں (۲) اس کے بعد سونے اور آرام کرنے جائیں (۳) جو کچھ انھیں دیا جائے اس پر قانع رہیں (۴) کام جی لگا کر اچھی طرح کریں (۵) اس سے ادب سے گفتگو کریں اور اس کے پس پشت اس کو اچھا کہیں۔

۶۔ **معمولی بودھ اور مذہبی بودھ**۔ مرد دین دار بھکشوؤں اور

برہمنوں کی خدمت یوں کرے کہ

(۱) دل سے محبت کرے (۲) زبان سے محبت کرے (۳) خیال میں محبت کرے (۴) ان کا خوشی خوشی خیر مقدم کرے ۔(۵) اور ان کی دنیاوی ضرورتوں کو پورا کرے ۔

مذہبی لوگوں کو اپنے میزبان سے اس طرح پیش آنا چاہیے ۔

(۱) اُسے بدی سے منع کریں (۲) اسے نیکی کی ترغیب دیں ۔ (۳) اسے مذہب کی تعلیم دیں (۴) اس کے شکوک رفع کریں اور اسے نروان کا راستہ دکھائیں ۔

ممنوع پیشے پانچ پیشوں سے روکا گیا ہے ۔

(۱) ہتھیار بیچنا (۲) لونڈی غلام بیچنا (۳) گوشت بیچنا (۴) شراب بنانا اور بیچنا (۵) زہر بیچنا ۔ ان احکام اور اخلاقی ہدایات پر عمل کرنے پر ہر شخص سچی خوشی حاصل کر سکتا ہے ۔ اور اگر بودھ ان پر عمل کرے گا تو وہ ارہت کے درجے پر فائز ہوگا ۔
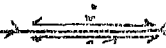
اس مذہب کی ابتدا ہی گوتم کے تارک الدنیا ہونے سے ہوئی اس لیے جیسے جیسے معتقدین و پیروانِ بُدھ کی تعداد میں اضافہ ہوا فقرا کا گروہ بڑھتا گیا۔ لیکن مذہب اِن فقرا ہی تک محدود نہ تھا، ایسے وہ لوگ بھی اختیار کر سکتے تھے جو گھریلو زندگی بسر کرتے تھے اور جو تجارت، زراعت یا مختلف پیشوں میں لگے ہوئے تھے۔ ایسے لوگ بھی تھے جو سب کچھ چھوڑ کر راہبانہ زندگی بسر کرنے لگتے تھے۔ اور ایسے بھی تھے جو اعتقادی و عملی حیثیت سے شریعتِ بُدھ کے ماننے والے تھے، مگر دنیا کے سارے دھندے بھی کرتے تھے۔ فطری طور پر ایسے لوگ جو اپنا سب کچھ تج دیتے تھے وہ زیادہ قابلِ عزت سمجھے جاتے تھے۔ گوتم ہی کے زمانے سے ایسے لوگوں کی ایک باقاعدہ انجمن سی بن گئی، اسی کو سنگھ کہتے تھے۔ سب سے پہلے اس سنگھ میں داخل ہونے والے وہی چیلے تھے جو گوتم سے منحرف ہو کر "دشتِ غزالاں" میں چلے آئے تھے۔ آہستہ آہستہ اور لوگ بھی آکر اس میں شریک ہو گئے۔ ابتدا میں داخلے کے لیے کوئی رسم نہ تھی اور نہ قوانین مرتب ہوئے تھے، لیکن بعد میں اس کے قواعد و ضوابط منضبط ہوئے اور

اور اس نے ایک منظم حیثیت اختیار کر لی۔

چونکہ رومن کیتھولک مذہب کے علاوہ، دنیا کے کسی بڑے مذہب میں سنگھ کی سی منظم جماعت مذہبی پیشواؤں کی نہیں پائی جاتی اس لیے اس کے داخلے کے اصول اور اس میں شامل راہبوں کی روزانہ زندگی اسکا علم دلچسپی سے خالی نہ ہوگا ہم اس لیے کچھ تفصیلیں ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔ جو شخص سنگھ میں داخل ہونا چاہتا ہے اسے سب سے پہلے حسب ذیل امور کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔

شرائط و طریقۂ داخلہ

(۱) اسے[۱] کوئی چھوت کی بیماری نہیں ہے، نہ سل ہے، نہ دق، اور نہ مرگی۔

(۲) وہ نہ تو غلام[۲] ہے، نہ قرض دار اور نہ سپاہی۔

(۳) وہ خود اپنا ذمے دار ہے اور اپنی خوشی سے داخلہ چاہتا ہے۔

(۴) اس نے اپنے والدین[۳] سے اجازت لے لی ہے۔

جب درخواست کنندہ ان چار باتوں کا اقرار کر لیتا تو اس کا سر مونڈ دیا جاتا، وہ گیروے کپڑے پہن لیتا، گوشہ نشین ہو جاتا اور تعلیم و عمل کے ذریعے اس امر کی کوشش کرتا کہ وہ "ارہت" کا درجہ حاصل کرے۔

---

[۱] پہلا قاعدہ حفظانِ صحت کے اصول پر مبنی ہے۔

[۲] دوسرے ضابطے سے معلوم ہوتا ہے کہ (الف) اس زمانے میں غلامی رائج تھی اور غلام کو آقا کی مِلک سمجھتے تھے (ب) یہ دیدی قانون جاری تھا کہ قرض خواہ قرض دار کو بیچ سکتا ہے اور اس طرح وہ اس کی ملک ہوتا تھا۔ (ج) یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بودھ مذہب حکومت سے مصادم ہونا نہیں چاہتا تھا۔

[۳] یہ قاعدہ بُدھ نے راہل کو سنگھ میں داخل کرنے کے بعد شدودھن کے احتجاج پر بنایا تھا۔

ابتدا میں سنگھ کے ممبر سب برابر سمجھے جاتے تھے۔ کوئی بڑا چھوٹا نہ تھا، کسی کا کوئی خاص عہدہ نہ تھا۔ لیکن امتدادِ زمانے نے آہستہ آہستہ اس میں مختلف منزلیں پیدا کر دیں اور مختلف طرح کے عہدے دار ہو گئے۔ یہاں تک کہ تبت میں اس وقت ایک منظّم سلسلہ ہے جو دلائی لاما تک جا کر منتہی ہوتا ہے۔ لنکا میں جو طریقہ جاری ہے وہ غالباً سب سے پرانا ہے، اس لیے کہ تری پٹک میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:۔

جو دنیا دار، سنگھ میں داخل ہونا چاہتا ہے اُسے امیدوار بننے کے وقت کم سے کم آٹھ برس کا ہونا چاہیے۔ لیکن باقاعدہ داخلہ اس وقت ہو گا جب وہ کم سے کم بیس برس کا ہو جائے گا۔ داخلے کے دن کم سے کم دس راہبوں کی ایک کمیٹی بیٹھے گی۔ اس کمیٹی کی صدارت ایسا شخص کرے گا جو کم سے کم دس برس سے سنگھ کا ممبر ہو۔ اس کمیٹی کے جلسے کے لیے چٹائیوں کی دو قطاریں ایک دوسرے کے مقابل بچھائی جائیں گی، ممبران انھی پر آ کر بیٹھیں گے، صدر انھیں میں سے ایک قطار کے سرے پر بیٹھے گا۔ امیدوار سادہ لباس میں گروا دستر ہاتھ میں لیے ہوئے داخل ہو گا اس کے آگے آگے ایک ایسا راہب ہو گا جو امیدوار کا نام سنگھ میں داخلے کے لیے پیش کرنے والا ہے۔ امیدوار جب صدر کو دیکھے گا تو اسے سلام کرے گا اور کوئی ہدیہ پیش کرے گا اس کے بعد وہ تین بار اپنے داخلے کے لیے اِن الفاظ میں درخواست کرے گا "حضور

۱؎ Sacred Books of East

آٹھویں جلد صفحہ ۲۳۰ تا ۲۳۶

مجھ پر رحم فرمایئے، مجھ سے یہ کپڑے لے لیجیے اور مجھے سنگھ میں داخل فرمایئے تاکہ میں غم سے آزاد ہو جاؤں اور نروان حاصل کروں۔"

صدر اس وقت امیدوار سے گیروے کپڑوں کا پلندہ لے لے گا اور کچھ خاص کلمات انسانی جسم کے فانی ہونے کے متعلق اپنی زبان پر جاری کرکے وہ پلندہ امیدوار کی گردن میں آویزاں کر دے گا۔ امیدوار ایک گوشے میں جاکر سارے کپڑے اتار کر گیروے کپڑے پہن لے گا۔ ان کو پہنتے وقت وہ چند مقررہ فقرے بار بار دھراتا رہے گا، جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ کپڑے محض حیا و شرم کی وجہ سے پہنتا ہے۔ اور صرف اس لیے کہ وہ سردی و گرمی سے محفوظ رہے" گیروا لباس پہننے کے بعد امیدوار دوبارہ صدر کے سامنے حاضر ہوگا اور گھٹنے ٹیک کر "تین امن" اور "دس احکام" تین تین بار دھرائے گا۔

(۱) تین امن یہ ہیں:۔

۱۔ میں بدھ میں پناہ لیتا ہوں۔
۲۔ میں قانون (شریعت) میں پناہ لیتا ہوں۔
۳۔ میں سنگھ میں پناہ لیتا ہوں۔

(۲) دس احکام یہ ہیں:۔

۱۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ کسی جاندار کو نہ ماروں گا۔
۲۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ چوری نہ کروں گا۔
۳۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ ناپاکی سے پرہیز کروں گا۔
۴۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ میں منشی اشیاء استعمال کروں گا کہ وہ ترقی و نیکی کے راستے میں حائل ہوتی ہیں۔

۵۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ میں جھوٹ نہ بولوں گا۔
۶۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ میں ممنوع اوقات میں نہ کھاؤں گا۔
۷۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ میں ناچ گانا، ڈراما اور موسیقی سے پرہیز کروں گا۔
۸۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ میں ہار، خوشبو، تیل اور زیور استعمال نہ کروں گا۔
۹۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ چوڑا یا اونچا پلنگ نہ استعمال کروں گا۔
۱۰۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ میں کسی سے چاندی یا سونا نہ لوں گا۔

یہ عہد کرکے امیدوار کھڑا ہوکر تسلیم کرتا ہے اور کمرے سے باہر چلا جاتا ہے اور وہ باقاعدہ امیدوار داخلہ بن جاتا ہے۔ وہ سنگھ کے ممبروں کے ساتھ رہ سکتا ہے اور ان سے شریعت وطریقت کے مختلف مسائل میں سبق لے سکتا ہے۔ لیکن وہ ابھی تک بھکشو یا بھکّو نہیں پکارا جاتا بھکشو بننے کے لیے اسے کچھ دنوں امیدواری کرنے کے بعد پھر درخواست دینا ہوگی اور پھر وہ ایک کمیٹی کے سامنے پیش ہوگا جب امیدوار کمیٹی کے سامنے جائے گا تو وہ گیروے کپڑے اُتار ڈالے گا اور سادے کپڑوں میں اسے پھر تمام وہ رسمیں ادا کرنا پڑیں گی جو اس نے پہلی بار ادا کی تھیں لیکن اب کے ما من اور احکام کے اقرار کے بعد وہ باہر نہ جائے گا بلکہ صدر سے درخواست کرے گا کہ میرا گرو بننا قبول فرمایئے۔ جب صدر اظہارِ رضامندی کرے گا تو امیدوار ایک گوشے میں چلا جائے گا جہاں اس کی گردن میں بھیک کا ٹھیکرا لٹکا دیا جائے گا۔ پھر ایک راہب جو اس کے داخلے کا محرک یا اس کا وکیل ہوگا اسے ساتھ لے کر کمیٹی کے

رو برو کھڑا ہوگا اور بیٹھے ہوئے راہبوں میں سے ایک اُٹھ کر ان کے پاس جائے گا۔ اب تینوں اس طرح کھڑے ہوں گے کہ امیدوار بیچ میں ہوگا اور دونوں راہب اس کی دائیں اور بائیں جانب۔ اب یہ دونوں راہب اس امیدوار کے وکیل سمجھے جاتے ہیں وہ اس سے سوالات کرتے ہیں" تمھارا کیا نام ہ؟ تمھارے گرو کا کیا نام ہر؟ تمھارے پاس بھیک کا ٹھیکرا اور بھکشو کا لبادہ ہر؟ تمھیں کوئی ممنوع بیماری تو نہیں ہر؟ تمھارے والدین نے تمھیں داخلے کی اجازت دی ہر؟ تم آزاد ہو اور اپنی خوشی سے سنگھ میں داخل ہونا چاہتے ہو؟ جب ان تمام باتوں کا انھیں شافی جواب مل جاتا ہر تو وہ کمیٹی کو اطمینان دلاتے ہیں کہ وہ اس قابل ہر کہ سنگھ میں داخل کر لیا جائے۔ اس پر کمیٹی اسے سنگھ میں داخل ہونے کی اجازت دیتی ہر اور امیدوار گھٹنے ٹیک کر تین بار کہتا ہر" بھکشووا میں آپ سے داخلے کی درخواست کرتا ہوں مجھ پر رحم فرمایئے اور مجھے اٹھا لیجیے" وکلا تب تین بار پھر اپنے سوالات زور زور سے دہراتے ہیں اور تین بار کمیٹی سے پوچھتے ہیں کہ کسی کو امیدوار کی شمولیت میں اعتراض تو نہیں ہر جب کوئی اعتراض نہیں کرتا، تو وہ صدر کے سامنے تعظیماً جھک کر کہتے ہیں" فلاں کو سنگھ نے داخل کر لیا، فلاں اس کا مرتی یا گرو ہر، کمیٹی اس سے اتفاق کرتی ہر اور اسی لیے خاموش ہر۔ ہم یہی سمجھتے ہیں"

اس رسم کے ادا ہونے کے بعد ممبروں میں سے ایک اٹھ کر سنگھ کے قواعد پڑھ کر سناتا ہر اور داخل شدہ امیدوار کو ہدایت کرتا ہر کہ اس پر ان قواعد کی پابندی لازمی ہر۔ نیا راہب نئے گرو کے

ساتھ رہتا ہے، اس کے احکام کی تعمیل کرتا ہے اور اس کی ہر طرح خدمت کرتا ہے۔ گرو اسے شریعت کی تعلیم دیتا ہے اور اس کی ہر طرح خبر گیری کرتا ہے۔

اس طرح کا بتدی سمنرہ کہلاتا ہے۔ مکمل راہب کا اعلیٰ ترین درجہ سمرن اور بھکشو ہے۔ سنگھ کے ان تمام ممبروں کے بارے میں بہت تفصیلی احکام دیے گئے ہیں جو ہر مہینے ان کے جلسے میں پڑھ کر سنائے جاتے ہیں۔ ان احکام کا سراغ پانچویں صدی ق، م تک لگتا ہے اور اس کے یقین کرنے کے کافی اسباب ہیں کہ انھیں خود گوتم مقرر کر گئے تھے۔

ان کی مختصر تفصیل یہ ہے:۔

(۱) غذا:۔ راہب ٹھوس غذا صرف دوپہر تک کھا سکتا ہے دوپہر کے بعد دوسرے دن صبح تک وہ صرف دودھ پی سکتا ہے یا ایسی ہی کوئی رقیق چیز، منشیات سے پرہیز واجب ہے، وہ صرف وہی چیزیں کھائے گا جو اسے بھیک میں ملیں گی، بھیک مانگنے کا طریقہ یہ ہوگا کہ وہ اپنا مٹی کا پیالہ لے کر ہر مکان کے دروازے پر جا کر خاموش کھڑا ہو جائے گا۔ اگر کسی نے دیکھ لیا اور کچھ اس کے پیالے میں ڈال دیا تو وہ دُعا دیتا ہوا آگے بڑھ جائے گا، ورنہ یونہی خاموش ایک دروازے سے دوسرے دروازے جائے گا، اس کا خیال نہ کرے گا کہ صاحبِ مکان امیر ہے یا غریب برہمن ہے یا بھنگی، اسے جو کچھ ملے گا وہ لے کر اپنی کُٹی میں چلا جائے گا۔ وہاں بیٹھ کر اس بھیک کو کھائے گا اور برابر یہ سوچتا رہے گا کہ جسم کس قدر اذیت دِہ ہے کہ اس کی بقا کے لیے اسے بھیک مانگنا پڑتی ہے۔

راہبوں میں جو لوگ زیادہ منزلت رکھتے ہیں ان کے لیے گوشت

خوری، دعوتوں میں جانا اور ایسی چیزوں کا کھانا ممنوع قرار دیا گیا ہے جو بغیر بھیک مانگے ملیں۔

۲۔ **قیام:** قیام کے لیے سب سے بہتر جگہ جنگل بتائی گئی ہے، مگر راہب زیادہ تر باغوں میں رہتے تھے۔ گوتم کے زمانے میں دولت مند عقیدت مندوں نے خود ان کے اور راہبوں کے قیام کے لیے مختلف مٹھ بنوا دیے تھے۔ اس طرح کے مٹھ بعد میں بہ کثرت بنے۔ گوتم کی پیروی میں چار مہینے برسات کے موسم میں انھی مٹھوں میں قیام کرنے کا حکم تھا۔ بقیہ آٹھ مہینے تبلیغی دوروں میں صرف کرنا لازم تھا۔

۳۔ **لباس:** اس کے متعلق یہ ہدایت ہے کہ جہاں تک ہو سکے دوسروں کے اُتارے ہوئے پھٹے پُرانے کپڑے پہنے جائیں۔ لیکن گوتم کے زمانے ہی میں راہبوں کے لیے گیروا لباس معین کر دیا گیا تھا، یہ تعداد میں تین ہوتے ہیں، لنگوٹ، تہمد اور لمبا چادرا جو پانو سے لپیٹ کر بائیں کندھے پر اس طرح ڈالا جائے کہ داہنا کندھا کھلا رہے۔ ان تینوں کپڑوں کو متعدد جگہوں سے پھاڑ کر سی لیتے ہیں۔ تاکہ یہ کسی اور مصرف میں نہ لائے جا سکیں اور سبب زینت نہ بنیں۔

۴۔ **پرہیزگاری وافلاس:** راہبوں کے لیے جنسی تعلقات قطعی ممنوع ہیں اس کے گناہ کا درجہ چوری اور قتل کے برابر ہے۔ ان میں سے اگر کسی گناہ کا مرتکب کوئی راہب ہوگا تو وہ سنگھ سے نکال دیا جائے گا۔ افلاس کے بارے میں بھی بہت سخت احکام ہیں۔ راہب اپنے پاس کسی وقت بھی آٹھ چیزوں سے زیادہ نہیں رکھ سکتا۔ یعنی تینوں (۱) کپڑے (لنگوٹ، تہمد، چادرا) ایک کمر بند یا پیٹی۔ ایک بھیک کا پیالہ۔

ایک استرا، ایک سوئی اور ایک چھنّا۔ آخرالذکر اس لیے رکھے گا کہ ہر رقیق چیز چھان کر پیے تاکہ کوئی جاندار اس کے معدے میں نہ چلا جائے اور اس طرح راہب نادانستہ طور پر سہی مگر ایک جاندار کی ہلاکت کا باعث بنے۔

۵۔ **فرماں برداری:** اطاعت صرف شریعت کی لازمی ہے۔ کسی بزرگ یا اپنے سے بڑے راہب کی صرف تعظیم و تکریم کافی ہے۔ کسی نووارد امیدوار کو بھی کوئی پرانے سے پرانا راہب اپنے حکم کا پابند نہیں بنا سکتا۔ اور نہ اس سلسلے میں اس پر حکم عدولی کا الزام لگا سکتا ہے، یعنی جس طرح کی افسری ماتحتی ملازموں میں ہوتی ہے بودھ راہب کے لیے نہیں ہے۔

ایک نئے راہب کی روزانہ زندگی وینا چریاؤں میں یوں بیان کی گئی ہے:۔

"وہ طلوعِ آفتاب کے پہلے اٹھ کر نہائے گا، پھر وہار (بودھ مندر) میں جھاڑو دے گا۔ اس کے بعد بودھی درخت کا تھالا صاف کرے گا پینے کا پانی بھرے گا۔ اسے چھانے گا اور استعمال کے قابل بنائے گا، پھر کسی تنہا مقام پر بیٹھ کر احکامِ شریعت پر غور کرے گا۔ اس کے بعد باغ سے پھول چُنے گا اور انھیں اس مندر پر چڑھائے گا جہاں بُدھ کی یادگاریں دفن ہیں۔ پھول چڑھاتے وقت ہی سوچا جائے گا کہ گوتم بُدھ کتنے جلیل القدر اور عظیم المرتبت تھے اور وہ خود کتنا نکّما اور ذلیل ہے۔ اس کے بعد وہ بھیک کا ٹھیکرا لے کر اپنے گرو کے ساتھ بھیک مانگنے جائے گا۔ وہاں سے واپس آکر وہ پانی لاکر گرو کے پاؤں دھوئے گا

اور انھیں کھانا کھلائے گا، ان کے کھلانے کے بعد وہ خود کھائے گا اور دونوں ٹھیکروں کو دھوڈالے گا۔ پھر کہیں بیٹھ کر ایک گھنٹے تک بُدھ اور ان کی تعلیمات پر غور کرتا رہے گا۔ اس کے بعد کوئی مذہبی کتاب لے کر یا تو اپنے گرو سے سبق لے گا یا اس کتاب کو نقل کرے گا اور ہر وقت اس میں لکھے ہوئے احکام کے معانی و مطالب پر غور کرتا رہے گا۔

دھیان کے اقسام

چیلوں کی وجہ سے گرو کا بہت سا وقت بچے گا۔ یہ سارا وقت وہ دھیان میں صرف کرے گا۔

یہ دھیان پانچ قسم کے ہوتے ہیں:

(۱) **متیا بھاؤنا** (محبّت کا دھیان) اس پر غور کیا جائے کہ مصیبت اور آلام کی زندگی سے چھٹکارا پاکر کیسی خوشی حاصل ہو سکتی ہے۔ اور اگر اس طرح کی خوشی ساری دنیا کو حاصل ہو جائے تو کتنا اچھّا ہو، یعنی دھیان کرنے والا اپنے دل کو اس قدر محبّتِ خلق سے بھرے گا کہ وہ یہ چاہے گا کہ سب جاندار آلام و مصیبت سے چھٹکارا پائیں اور سب کو مسرت و خوشی حاصل ہو۔ مختصر یہ کہ وہ ساری دنیا کی محبّت سے اپنے دل کو بھرے گا اور سب کا بھلا چاہے گا۔

۲۔ **کرونا بھاؤنا** (ہمدردی کا دھیان) دھیان کرنے والا یہ سوچے گا کہ دنیا غم و ہم سے بھری ہوئی ہے اور اس کی کوشش کرے گا کہ وہ عالم کے مجبوروں اور مہجوروں کی تکلیف کو محسوس کرے اور اس طرح ان کے لیے اپنے دل میں ہمدردی کا جذبہ پیدا کرے۔

۳۔ **مدیتا بھاؤنا** (خوشی کا دھیان) دوسروں کی خوشی کا خیال کیا جائے گا اور ان کی خوشی سے مسرت حاصل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

۴۔ **اسوبھ بھاؤ نا** (نجات کا دھیان) اس پر غور کیا جائے گا کہ جسم کس قدر خراب چیز ہے اور وہ کس طرح بیماری اور موت کا شکار ہوتا ہے اور اس کی پابندیوں سے آزاد ہونا کس قدر ضروری ہے۔

۵۔ **اپکشا بھاؤ نا** (اطمینانِ دماغی کا دھیان) اس دھیان میں درویش یا راہب دنیا کی تمام اچھائیوں، برائیوں، رنج و خوشی، صحت و بیماری، دولت و افلاس وغیرہ پر غور کرے گا، اور اس کی کوشش کرے گا کہ وہ ان تمام باتوں سے کوئی اثر نہ لے۔

راہبوں کو گوتم کی آخری فہمایش

اس سلسلے میں گوتم کا وہ آخری موعظہ بھی قابلِ ذکر ہے جو انھوں نے اپنے انتقال سے پہلے کوٹاگارہ ہال میں راہبوں کو مجتمع کر کے دیا تھا۔ ہم اس موعظے کو سنگھ کے فرائض کا نچوڑ کہہ سکتے ہیں۔ بُدھ سوتر میں جن الفاظ میں اس کو نقل کیا گیا ہے اس کا ترجمہ حسبِ ذیل ہے:-

گوتم نے فرمایا: "اے درویشو! اس قانون (شریعت) کو جو میں نے تم پر ظاہر کیا ہے اچھی طرح یاد کر ڈالو، اس پر عمل کرو، اسے مکمل کرو اور اس کی تبلیغ کرو تاکہ میرا یہ مذہب دنیا سے ہمدردی اور دیوتاؤں اور آدمیوں کے فائدے کے لیے بہت دنوں تک باقی رہے۔ یہ قانون (شریعت) کیا ہے؟ یہ چار پُر خلوص مراقبے ہیں، چار بڑی کوششیں ہیں، ارھی تک پہنچنے کی چار سڑکیں ہیں، پانچ اخلاقی طاقتیں ہیں اور افضل و اشرف ہشت پہل راستہ ہے۔"

ان جامع فقرات میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ بہت تفصیل طلب ہے، اور اس چھوٹے سے رسالے میں زیادہ وضاحت کی گنجایش نہیں، اس

لیے ان کے معنی مختصر طور سے بتا دینے پر اکتفا کی جاتی ہے۔

۱۔ ہشت پہل راستہ:۔

ان تعلیمات کو بُدھ کے سلسلے میں بتایا جا چکا ہے۔

۲۔ چار پُرخلوص مراقبے (ستھی پتھانا) یہ ہیں:۔

(الف) جسم کی کثافت کے بارے میں۔

(ب) ان برائیوں کے متعلق جو احساسات سے پیدا ہوتی ہیں۔

(ج) خیالات و تصورات کے غیر مستقل و غیر مستحکم ہونے کے بارے میں۔

(د) زندگی کے حالات و پابندیوں کے متعلق۔

۳۔ چار بڑی کوششیں (سمبدھانا) یہ ہیں:۔

(الف) اس کی کوشش کہ بُری صفتیں نہ پیدا ہوں۔

(ب) پیدا شدہ بُری صفتوں کو ترک کرنے کی کوشش۔

(ج) غیر موجود اچھائیوں کو وجود میں لانے کی کوشش۔

(د) ان اچھائیوں کو بڑھانے اور ترقی دینے کی کوششیں جو موجود ہیں۔

۴۔ ولایت کی چار سڑکیں (ادھی پدا) یعنی ولایت حاصل کرنے کی چار بنائیں ہیں:۔

۱۔ ولایت حاصل کرنے کا مستحکم ارادہ۔

۲۔ اس کے حاصل کرنے کی کوشش۔

۳۔ اس کے حصول کے لیے دل کی طہارت۔

۴۔ تلاشِ حق۔

۵۔ پانچ اخلاقی قوتیں (ریلانی) یا ذہنی صلاحیتیں (اندریالی)

یہ ہیں :-

۱- اعتقاد

۲- سرگرمی

۳- یاد

۴- غور

۵- وِجدان

انھی پانچ اخلاقی قوتوں اور ذہنی صلاحیتوں میں سے اعتقاد کو نکال کے اور چار صفتیں اور شامل کرتے ہیں یعنی تحقیقِ کتبِ مذہب، مسرت، اطمینان وسکون اور وجدان کو ان میں داخل کرتے ہیں اور انھیں سات عقل مندیاں (بودھی رنگی) کہتے ہیں۔

اسی سلسلے میں دو طریقے راہبوں کو ریاضت کے بتائے گئے ہیں اور انھیں جھان اور سمادھی کہتے ہیں۔

جھان :- یہ پالی کا لفظ ہے۔ سنسکرت میں اس کا مرادف لفظ دھیان ہے، عربی میں اسے استغراق کہہ سکتے ہیں۔ اس جھان کی چار منزلیں ہیں :-

۱- پہلی منزل خوشی ومسرت کی وہ حالت ہے جو اُس تنہائی میں پیدا ہوتی ہے جو غور و تفحّص میں گزاری جائے۔

۲- دوسری منزل وہ کیفیتِ سرور ہے جو اطمینانِ عمیق سے پیدا ہوتی ہے اور جہاں حِس و غور و تامل کا گزر نہیں ہے ایسی حالت میں خیال میں آسودگی ہوتی ہے اور انکشاف ہوتا ہے۔

۳- تیسری منزل وہ آسودگی ہے جو خواہشاتِ نفس کے مارنے سے،

پیدا ہوتی ہے اور جس میں مسرت کی لہریں سارے جسم میں دوڑتی رہتی ہیں، جس میں قناعت ہے، یادیں ہیں اور خوشیاں۔

۴۔ چوتھی منزل:۔ وہ ہے جس میں بے اثری و بے تعلقی اس حد کی ہوتی ہے، کہ نہ کسی امر کی خوشی ہوتی ہے نہ کسی بات کا غم۔ وہاں مسرت و رنج دونوں کا گزر نہیں، اور نہ ان کا کوئی اثر ہے۔

پہلے جہان میں درویش کسی دقیق مذہبی نکتے پر غور کرتا ہے، سوچتا ہے اور ہر پہلو سے نظر کرتا ہے۔ آہستہ آہستہ اس کی دماغی الجھنیں جاتی رہتی ہیں اور انکشافی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کیفیت کے پیدا ہوتے ہی دوسری منزل شروع ہو جاتی ہے، اس لیے کہ موضوعِ غور و فکر ذہن سے غائب ہو جاتا ہے اور اس کی جگہ ایک دیرپا خوشی جسم بھر میں محسوس ہونے لگتی ہے، ایک مدہوشی چھانے لگتی ہے۔ اس کیفیت سے تیسری منزل کی ابتدا ہوتی ہے، تھوڑی دیر میں یہ احساسِ مسرت بھی جاتا رہتا ہے اور صرف اس کی یادیں باقی رہ جاتی ہیں اور سالک پر یہ کیفیت طاری ہو جاتی ہے کہ نہ تو کسی قسم کی کوئی خوشی رہ جاتی ہے اور نہ کوئی رنج بلکہ بے پروائی اور استغنا اس پر چھا جاتی ہے اور یہی تکمیلِ ریاضت ہے۔ اس کو ابھفا کہتے ہیں اور یہی ارہت کا درجہ ہے۔

۲۔ **سمادھی**۔ یہ ایک طرح کی سمریزم کی ریاضت ہے جس کے ذریعے اپنے اوپر ایسی کیفیت طاری کر لی جائے کہ ہر طرح کا احساس وقتی طور پر فنا ہو جائے اور انسان جسم و جسمانیات سے منزّہ محسوس کرنے لگے۔ اسی ریاضت کے ذریعے وہ کیفیت پیدا کی جا سکتی ہے جس میں ایک زندہ انسان بالکل مردہ معلوم ہو، اور کچھ دیر کے لیے اس

میں اور ایک لاش میں کوئی فرق نہ معلوم ہو، اس طرح کی قوت حاصل کر لینا بودھ مذہب میں جسم پر سب سے بڑی فتح حاصل کر لینا سمجھا جاتا ہے، اور تبیّت کے لاما اس میں یدِطولیٰ رکھتے ہیں۔

ان ریاضتوں کے بارے میں اتنا عرض کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ گوتم بُدھ کے پہلے سے ہندستان میں پائی جاتی تھیں اور خود انھوں نے جپ تپ کے سلسلے میں اُن کی آزمایش کر کے انھیں ترک کر دیا تھا۔ اس لیے یہ یقینی بودھ مذہب میں گوتم کے بعد برہمنوں کی ریس میں شامل کی گئیں ہیں۔ اور انھیں اصل مذہب کا جزو سمجھنا غلطی ہوگی۔
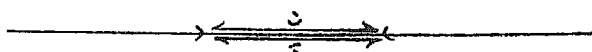
باب پنجم

تبدیلیاں اور اضافے

پچھلے صفحات میں بدھ کی اُن تعلیمات سے بحث کی جا چکی ہے جو اس مذہب کی سب سے پرانی کتابوں میں ملتی ہیں۔ جیسا کہ لکھا جا چکا ہے خود ان کے زمانے کی کوئی تحریر موجود نہیں۔ جو کچھ ہم تک پہنچا ہے وہ ان تری پٹک کا ترجمہ در ترجمہ ہے، جو تقریباً تین سو برس بعد اشوک کے زمانے میں نظم کی صورت میں لکھی گئی تھیں۔ اور ان کا منبع و مبنیٰ محض حافظہ تھا۔ اس میں شک نہیں کہ آریہ قوم میں اور خصوصاً اس کی ہندستانی شاخ میں حفظ کرنا ایک باقاعدہ فن کی حیثیت اختیار کر چکا تھا۔ اور پوری پوری کتابوں کا یاد کر لینا ان کے لیے کوئی بات نہ تھی۔ پھر بھی لب و لہجہ اور تلفظ کی وجہ سے الفاظ کے ردّ و بدل سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور ترجمے کے ہیر پھیر سے ایک سیدھی سی بات بھی نہ معلوم کیا سے کیا بن سکتی ہے، تحریف و اضافے کا بھی امکان ہے، اور ہنیان[1]

---

[1] بدھ مذہب کچھ صدیوں بعد یوں تو اٹھارہ فرقوں میں تقسیم ہو گیا لیکن ان میں دو سب سے بڑے ہیں ایک ہنیان (چھوٹی گاڑی) دوسرے مہایان (بڑی گاڑی) لنکا اور برما والے ہنیان ہیں۔ تبت، چین، جاپان وغیرہ شمال کے بودھ ماہیان کے قائل ہیں تفصیلات کے لیے دیکھو بعد کے ابواب۔

وماہیان فرق کی تفسیرات کے اختلافات کی بھی گنجایش ہے۔ ہم نے اس وقت تک اس بات کی کوشش کی ہے کہ ہم صرف وہی باتیں بیان کریں جن پر سب کا اتفاق ہے۔

متفق علیہ امور سے نتائج

ان متفق علیہ امور کے مطالعے سے جو امور مترشح ہوتے ہیں وہ یہ ہیں کہ گوتم بدھ نے خدا کے وجود سے انکار نہیں کیا، لیکن انھوں نے اس کے متعلق کوئی واضح بات بھی نہیں کہی، جس سے ان کے پیروؤں کو ہدایت ہو سکتی۔

۲۔ انھوں نے روح سے تو انکار کیا لیکن وہ تناسخ کے قائل تھے۔ یہ مسئلہ بغیر روح کے وجود کو تسلیم کیے ایک قدم بھی نہیں چل سکتا تھا، اس لیے انھوں نے اس گتھی کو سلجھانے کے لیے کرم کا نظریہ پیش کیا، اور اسے ایک حد تک غیر فانی مانا اور اس کو وجود میں لانے کا باعث بتایا۔ مگر انھوں نے اس سوال کا کوئی جواب نہ دیا کہ انسان سب سے پہلی مرتبہ کیوں وجود میں آیا، اس وقت تو کوئی کرم نہ تھا، پھر آخر کیا چیز تھی جس نے عناصر وصفات و رجحانات کو مجتمع کیا اور حیات بخشی؟

۳۔ انھوں نے دیوی دیوتاؤں کی دنیا تسلیم کی اور مانی، لیکن انھوں نے ان کو بھی کرم کا پابند بتایا اور انسانوں کی طرح فانی مانا۔ لیکن انھوں نے نہ تو ان دیوی دیوتاؤں کی ضرورت پر روشنی ڈالی اور نہ ان میں اور انسانوں میں فرق بتانے کی احتیاج محسوس کی۔

۴۔ انھوں نے انسان کی سب سے بڑی ترقی حصولِ نروان بتائی،

یعنی اطمینان وسکون کی زندگی اور ہمیشہ کے لیے فنا۔ اس چیز نے انسان سے ترقی کرنے اور بہتر سے بہتر بننے کی ایک فطری خواہش چھین لی۔ ہندستان میں جتنے مذاہب تھے وہ اس کے قائل تھے کہ ع

دریا سے یہ موتی نکلا تھا دریا ہی میں جاکر ڈوب گیا

انھیں ایسے نروان سے جو انھیں ابدی بنانے کی جگہ مشتِ خاک بناکر رکھ دے کسی طرح تسکین نہ حاصل ہو سکتی تھی۔

۵۔ انھوں نے رسم کی مخالفت کی۔ ذاتوں کی تفریق سے انکار کیا اور سنگھ میں نائی اور بھنگی تک کو داخل کیا۔ یہ آریائی طینت اور مزاج کے خلاف تھا۔ آریہ ہمیشہ سے پاکیزگیٔ نسل کا حد سے زیادہ خیال رکھتے ہیں، وہ اپنے کو دوسری قوموں سے بہتر و برتر سمجھتے ہیں اور وہ رواسم و علامات و نشانات کے بہت زیادہ قائل ہیں۔ غرض ابتدا ہی سے اس مذہب میں کچھ ایسی کمیاں تھیں جن کی وجہ سے یہ تبدیلیوں اور اضافوں کے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ شروع تو کیا گیا جپ تپ کو ترک کرکے اور جسم آزاری کے خلاف مگر اس کے بھکشوؤں کے گروہ نے گوتم کے زمانے ہی میں جو تنظیمی صورت اختیار کی اس میں جپ تپ اور جسم آزاری سب کچھ موجود ہے۔ بھکشو راہبانہ زندگی بسر کرے گا۔ جنسی لذّات سے محروم رہے گا، بھیک مانگے گا، پھٹے پُرانے کپڑے پہنے گا، آرام دہ بستر پر نہ سوئے گا، خوشبو، عطر، روغنیات کا استعمال نہ کرے گا، صرف دوپہر تک ٹھوس غذا کھائے گا، پھر زیادہ تر بھوکا ہی رہے گا وغیرہ، یہ سب تن آسانی کے برعکس ہیں اور جسم آزاری کی صورتیں ہیں۔ اسی طرح مختلف طرح کے جھان جپ تپ

ہیں لیکن گوتم کی شخصیت ان کی عام ہمدردی، راج کمار ہونے کے باوجود ایک معمولی بھکشو کی طرح زندگی بسر کرنا، ان کی وجاہت اور علمی قابلیت یہ ایک خاص اپیل رکھتی تھیں اور اس لیے ان کے سامنے اور ان کی زندگی میں ان کی شریعت میں عیب اور نقص نکالنا بڑی جرأت کا کام تھا۔

اختلافات کی ابتدا پھر بھی انھیں کی زندگی میں اختلاف کی علامات پائی جاتی تھیں۔ بھنگی کو سنگھ میں داخل کرتے وقت اونچی ذات کے ممبروں نے ناک بھوں چڑھائی تھی۔ جگالی نے ان کے خلاف راہبوں کو بھڑکایا تھا۔ دیودت نے صاف صاف ان سے بغاوت کی تھی۔ جب وہ نہ رہے تو ان کی تجہیز و تکفین ہی سے جھگڑا شروع ہو گیا۔ یہاں تک کہ ان کے انتقال کے سو برس بعد ویسالی کے مقام پر کانسل ہوئی تو سنگھ میں نہایت ہی چھوٹی چھوٹی باتوں پر جھگڑے ہوئے، مثلاً سینگ کے برتن میں نمک جمع کرنا جائز ہے یا ناجائز، دوپہر کا کھانا اس وقت کھا سکتے ہیں یا نہیں، جب سورج دو انگل نیچے چلا جائے، دوپہر کے کھانے کے بعد دہی کھایا جا سکتا ہے کہ نہیں، بھنگ کا استعمال جائز ہے یا ناجائز، چٹائی یا بوریا اگر بے کنارے کا ہو تو اس کے لیے مقررہ لمبائی چوڑائی کا ہونا جائز ہے یا نہیں، سونا چاندی رکھنے کی اجازت ہے یا نہیں وغیرہ وغیرہ[۵] غرض نئے نئے قوانین بنے، گوتم کے الفاظ نے نئے نئے معنی پہنے، بودھ مذہب روز نئے چولے بدلنے لگا، اور تھوڑے ہی دنوں

[۵] لاجپت رائے

میں اتنے اضافے ہوئے کہ ہر ملک کا بدھ مذہب دوسرے ملک اور حصۂ ملک سے مختلف ہوگیا۔

گوتم سے پہلے کے بُدھ

سب سے پہلی بات جو خود گوتم کے بارے میں کہی گئی وہ یہ تھی کہ انھوں نے خود کہا تھا کہ "میں اپنے پیش رَو بُدھوں میں سے ایک ہوں" جس کے معنی یہ ہوئے کہ ان کے پہلے بہت سے بُدھ آچکے ہیں اور ان کے بعد بھی آئیں گے۔ چنانچہ یہ کہا جانے لگا کہ ایک بُدھ دُنیا میں آکر حقیقت اور سچائی کا راستہ دکھاتا ہے، اس کے مرنے کے کچھ دنوں بعد تک اس کی تعلیمات کا اثر رہتا ہے۔ لیکن جب دنیا اس کی تعلیمات بھول جاتی ہے، تو دوسرا بُدھ آتا ہے، اور وہ پھر رہنمائی کرتا ہے۔ اس طرح برابر بُدھ آتے رہتے ہیں۔ گوتم کے بارے میں کہا گیا کہ وہ چوبیسویں بُدھ تھے۔ ان کے قبل تیئس بُدھ آچکے تھے۔ گوتم کے پہلے جو بُدھ آئے، ان کا نام کیسپ تھا اور ان کی تعلیمات جو "سوت پٹک" میں ہیں، گوتم کی تعلیمات سے بہت زیادہ ملتی جُلتی ہیں۔ چنانچہ کیسپ اور ان کے پیش رو بُدھوں کو ماننے والے ہندستان میں سراوستی کے قریب چوتھی صدی عیسوی تک موجود تھے اور فاہیان نے ان لوگوں کا ذکر کیا ہے۔ یہ لوگ گوتم کو بُدھ نہ مانتے تھے، بلکہ مرتد سمجھتے تھے اور اس کے قائل تھے کہ ابھی ایک بُدھ اور آئے گا جن کا نام متر بدھ یا رحمت[1] کا بُدھ ہوگا۔

---

[1] عیسائیوں نے آنے والے میتر بُدھ کو مسیح بنایا ہے اور وہ بودھ مذہب والوں کو بتاتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ ہی متر بدھ ہیں۔ مسلمان اس سے فائدہ اٹھانے کا زیادہ حق رکھتے ہیں، اس لیے کہ ان کے رسول رحمت للعالمین کے لقب سے ملقب ہیں جو متر بدھ کے صحیح معنی ہیں۔

گوتم کے بارے میں یہ خیال بھی رائج ہو گیا کہ وہ اعلم تھے اور معصوم اور ان کی پیدایش کے بارے میں اس طرح کی کرامتوں اور معجزوں کا یقین دلایا جانے لگا، جن کا برہمن اپنے دیوتاؤں کے بارے میں یقین رکھتے تھے۔ اور جو ہر مذہب کے بانیوں کے بارے میں ان کی کتبِ مذہبی میں بیان کیے گئے ہیں

گوتم اولوہیت کے درجے پر پہنچا دیے گئے

کہا جانے لگا کہ گوتم کسی انسان کے بیٹے نہ تھے وہ خود سے ایک سپید ہاتھی کی صورت میں اپنی ماں کے پیٹ میں منتقل ہو گئے۔ جب وہ پیدا ہوئے تو زمین و آسمان نے ان کو سجدہ کیا، درخت نے خود بخود جھک کر ان کی ماں پر سایہ کیا اور دیوتاؤں نے دایہ کا کام انجام دیا۔ چونکہ ان کی ماں کے بطن سے ایسی جلیل القدر ہستی کے پیدا ہونے کے بعد کسی دوسری اولاد کا پیدا ہونا مناسب نہ تھا، اس لیے وہ پیدایش کے ساتویں دن آسمان پر اٹھا لی گئیں۔ جب وہ رحمِ مادر میں آئے تو بتیس ۳۲ علامتیں ظاہر ہوئیں، دس ہزار دنیائیں روشنی سے بھر گئیں، اندھوں کو آنکھیں مل گئیں، گونگوں کو زبان، اور بہروں کو کان عطا ہوئے۔ ٹیڑھے سیدھے ہو گئے۔ لنگڑے چلنے پھرنے لگے اور قیدی آزاد ہو گئے، ساری فطرت مسکرا اٹھی، زمین و آسمان کے سارے باشندے خوش ہو گئے، جہنم کی آگ بجھ گئی، معتوبین کے عذاب میں کمی ہو گئی۔ وہ دس ماہ رحمِ مادر میں چار زانوں اس طرح بیٹھے تھے کہ ان کا نوری مجسمہ صاف دکھائی دیتا تھا اور وہ اسی حالت میں دیوتاؤں کو تعلیم دیتے تھے اور تلقینِ حق فرماتے تھے۔

معجزات

پیدا ہوتے ہی وہ سات قدم چلے۔ اور انھوں نے مشیرانہ آواز میں کہا "میں سارے عالم کا مختار و مالک ہوں اور یہ میرا آخری جنم ہے"۔ جب انھیں پیدائش کے بعد مذہبی رسم کے مطابق پہلی بار مندر میں دیوتاؤں کے سامنے پیش کرنے کے لیے گئے تو سارے بُت سروِ قد تعظیم کے لیے اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور ان کے قدموں میں سجدے کے لیے گر پڑے۔ جب ان کی تعلیم کے لیے دُور دُور سے کامل الفن اساتذہ بلائے گئے تو پہلے ہی دن انھوں نے یہ ثابت کر دیا کہ وہ ہر فن میں اور ہر علم میں اپنے استادوں سے زیادہ ماہر اور کامل ہیں۔ زندگی میں بھی اس طرح کے بہت سے معجزات بیان کیے جاتے ہیں، مثلاً وہ کئی بار ایک جگہ سے اُڑ کر دوسری جگہ چلے گئے، تخیل نے یہاں تک پرواز کی کہ تبلیغ کے چھٹے سال میں انھیں اُڑا کر آسمان پر پہنچایا جہاں انھوں نے تشتہ دیولوک میں اپنی مردہ ماں کو شریعت کی تعلیم دی[1]

مرنے کے بعد جب ان کے ایک چیلے کاسیپ نے خواہش کی کہ کاش وہ ان کے قدموں کی ایک بار پھر زیارت کر لیتا جن پر چکرورتی راجاؤں کے علامات و نشانات موجود تھے، تو گوتم کے پاؤں خود بخود کفن سے باہر نکل پڑے اور جب وہ انھیں آنکھوں سے لگا چکا تو پھر اس طرح کفن کے اندر چلے گئے کہ نہ تو کوئی گرہ کھلی اور نہ کہیں سے کفن پھٹا!

---

[1] بھگوان گوتم بدھ (ہندی) مصنفہ جناب بھدنت بودھانند جی اور پنڈت چندریکا پرشاد جی۔

اسی کے ساتھ ساتھ ہر مقام کے بودھ عقیدت مندوں نے اپنے ملک کی برتری ظاہر کرنے کے لیے گوتم کے سوانح میں ایسے واقعات کا بھی اضافہ کر دیا جو نہ تو عقل میں آتے ہیں اور نہ جن کے لیے کوئی تاریخی ثبوت ہے، مثلاً لنکا والوں نے اپنی کتبِ مذہبی میں یہ لکھ دیا ہے کہ گوتم تین بار لنکا تشریف لے گئے اور ان کے دانت لنکا میں دفن ہیں۔ ان کا قول ہے کہ گوتم کے جلائے جانے کے بعد ارہات کیم ان کے دانت چتا سے نکال لے گئے اور انھوں نے ان مقدس یادگاروں کو لنکا پہنچا دیا۔ برما اور سیام والے بھی اپنے اپنے ملکوں کے بارے میں اسی طرح کے واقعات اور یادگاروں کے مدعی ہیں، اور خوب نمک مرچ لگا کر فرضی قصے واقعات کی حیثیت سے بیان کرتے ہیں۔ مہایان فرقے والوں نے، جو تبت۔ نیپال چین۔ جاپان۔ منگولیا وغیرہ میں پائے جاتے ہیں اس مذہب کو ایسا جامہ پہنایا ہے جس نے اسے ہنیان فرقے والے یعنی لنکا اور برما کے بودھوں کے اعتقادات سے بالکل ہی الگ چیز بنا دیا ہے

شمالی بدھ اور گوتم

ان شمالی بدھوں کے نزدیک دھیان (استغراق) کی پانچ منزلیں ہیں اور اس دنیا کے اوپر ایک دیوتاؤں کی دنیا ہے اور اس کے اوپر برہما کی سولہ دنیائیں یا برہم لوک ہیں۔ ہر دھیان کے ساتھ تین برہم لوک وابستہ ہیں۔ جو شخص استغراق کی منزلیں اس دنیا میں طے کر لیتا ہے وہ نویں برہم لوک میں پہنچتا ہے جو چار دھیان پورے کر لیتا ہے وہ دسویں یا گیارھویں برہم لوک میں جاتا ہے۔ بقیہ لوک وہیں دھیان کر کے حاصل ہوتے ہیں۔ ہر تین لوک کا سردار ایک دھیانی بدھ ہے اور سارے برہم لوک ہیں۔ پانچوں دھیانی

بدھوں پر منقسم ہیں۔ ہر دنیاوی بدھ کا ایک ہمزاد دھیانی بدھ ہوتا ہے۔ گو دنیاوی بدھ فانی ہوتا ہے، مگر سماوی بدھ یعنی دھیانی بدھ باقی رہتا ہے۔ پانچ دنیاوی بدھ وہی ہیں، جن میں تین گوتم کے پہلے آئے ہیں، چوتھے خود گوتم اور پانچواں متریہ بدھ آنے والا ہے، چونکہ دھیانی بدھوں کی تعداد غیر محدود ہے اس لیے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر پانچ ہی بدھوں میں برہم لوک کیوں منقسم ہیں۔ اس کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ دنیا بار بار مٹتی اور بنتی رہتی ہے اور اس میعاد کو جتنی مدت تک ایک دنیا رہتی ہے ایک کلپ کہتے ہیں۔ ہر کلپ میں صرف پانچ ہی دھیانی بدھ اور ان کے اوتار دنیاوی بدھ ہوتے ہیں۔ اس موجودہ کلپ کے بھی پانچ بدھ ہیں۔ تبّت اور نیپال کے بودھوں کی اس نظریے سے تسکین نہیں ہوئی۔ انھوں نے دسویں صدی عیسوی میں اسی سلسلے میں ایک واجب الوجود بدھ اور بڑھایا جسے ادی بدھ کہتے ہیں۔ ان کا اعتقاد یہ ہے کہ ادی بدھ نے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا پانچوں دھیان کے ذریعے پانچ دھیانی بدھ اپنے میں سے پیدا کیے۔ ان دھیانی بدھوں نے اپنی عقل و قوتِ فکریہ کے ذریعے اپنے میں سے پانچ بدھستو پیدا کیے۔ ان بدھستوں نے اپنی عقل و دانش سے کام لے کر اپنے غیر مادی جوہروں میں ایک مادی دنیا پیدا کر دی۔ ہماری موجودہ دنیا چوتھے بدھستو کی پیدا کردہ ہے جس کا نام اولوکی تسور ہے اور یہی تبّت کے دلائی لاما کی صورت میں ظہور کیا کرتے ہیں۔

سرحدی بودھ سرحدی بودھوں کی اس سے بھی سیری نہ ہوتی، وہ قتل و غارت کے عادی تھے اور شیو کے

پجاری۔ چنانچہ جب اسنگ راہب نے چھٹی صدی عیسوی میں بودھ مذہب وہاں پھیلایا تو اس نے اس مذہب کو ایک اور رنگ دیا۔ اسنگ نے بُدھوں کے برہم لوک میں کچھ خاص لوک سرحدی دیوتاؤں کو دے دیے، اور سرحدیوں کو یہ بتایا کہ یہ دیوتا بھی بُدھ کے پجاری اور اولوکی تسور کے حامی ہیں۔ اسی شخص نے جادو اور منتر کا سیکھنا بھی بُدھ مذہب کی ریاضت میں شامل کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہو کہ بودھ مندروں میں بھی مختلف طرح کے دیوتاؤں کی مورتیاں پوجی جانے لگیں اور صرف طرح طرح کی رسمیں جزو مذہب نہیں بنیں بلکہ باقاعدہ منتر جگایا جانے لگا اور ٹونے ٹوٹکے بُدھ دھرم کے خاص عناصر بن گئے۔
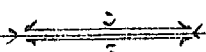
سلہ موہن جودرو میں جو آثار پائے گئے ہیں ان سے ثابت ہوتا ہو کہ شیو کو آریوں سے پہلے دراوڑ پوجتے تھے اور آریوں نے آکر انھیں اپنایا۔ دیکھو ڈاکٹر ایشوری پرشاد کی تاریخ ہند صفحہ ۱۴ و ۶۳۔

باب ششم

سنگھ کی کانسلیں اور اختلافات

اس امر کے سمجھنے کے لیے کہ اس مذہب کی کیوں کر اشاعت ہوئی، آپس میں کیا کیا اختلافات ہوئے اور اس نے الگ الگ صورتیں کیوں اختیار کیں، سنگھ کی تاریخ اور اس کی کانسلوں کے فیصلوں کا بھی علم ہونا چاہیے۔ اس باب میں اختصار کے ساتھ انھی امور کو بیان کیا جائے گا۔

سنگھ کی پہلی کانسل گوتم بدھ کے انتقال کے بعد ہی سب سے پہلا جلسہ ۴۸۸ ق،م میں راج گڑھی میں راجا اجات سترو کی سرپرستی میں منعقد ہوا۔ اس کی صدارت مہاکشپ ایک عالی مرتبہ سوامی نے کی تھی۔ یہ جلسہ برسات میں شروع ہوا اور سات مہینے تک برابر جاری رہا تھا اس میں پانچ سو راہب شریک تھے۔ بقول دکھنی بودھوں کے اسی جلسے میں بدھ کی تعلیمات سوتر (مختصر و جامع نظم) کی صورت میں منتقل کی گئیں۔ اور ترِوادے کے نام سے گا گا کر یاد کی گئیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ یہی ترِوادے تری پٹک کے نام سے بعد میں موسوم کی گئیں۔ چنانچہ تری پٹک[۱] لفظ بہ لفظ ترِواد ہیں۔ مغربی مورخین اس دعوے کو صحیح نہیں مانتے۔ وہ کہتے ہیں کہ خود تری پٹک

---

[۱] رائس ڈیوڈس

میں ایسے داخلی ثبوت موجود ہیں جس سے یہ بات ماننا پڑتی ہو کہ اس کے بعض حصّے یقینی گوتم بدھ کے انتقال کے بعد تیار کیے گئے۔ اس لیے ان کو ہو بہو تروواد نہیں تسلیم کیا جا سکتا۔ اس کے لیے یہ امر بھی قابلِ لحاظ ہو کہ دیپ ونس میں جو تروواد کے حصّے بیان کیے گئے ہیں وہ ان حصّوں سے بالکل مختلف ہیں جو تری پٹک میں دیے گئے ہیں اور دونوں کے موضوعات بھی نہیں ملتے۔ اس لیے معدوم یا مفروضہ تروواد کو تری پٹک مان لینا قرینِ عقل نہیں معلوم ہوتا۔

بہرحال اتنا سب کو تسلیم ہو کہ پہلی کانسل میں بہت کچھ طے ہوا اور منظّم سوتروں میں جو کچھ یاد کرا دیا گیا اس میں کا ایک حصہ ضرور تری پٹک میں موجود ہو

دوسری کانسل اور اختلافات اس کے بعد ایک صدی تک کسی جلسے کا پتا نہیں چلتا۔ البتہ تقریباً ایک صدی کے بعد ویسالی کے مقام پر ایک عظیم الشان جلسہ ہوا۔ اس جلسے کی وجہ یہ تھی کہ کچھ راہبوں نے سنگھ کے قواعد کے خلاف ورزی کرنی شروع کر دی تھی۔ چنانچہ ایک گروہ نے دوسرے پر یہ الزام لگایا تھا کہ وہ شریعتِ بدھ کے خلاف بہت سے امور کرتا ہو، اس لیے ان تمام امور کے متعلق قطعی فیصلہ ہو جانا چاہیے کہ ان کے کرنے کی اجازت ہو یا نہیں۔

ما بہ النزاع امور وہی تھے جو ہم اس کے قبل بتا چکے ہیں۔ یعنی دوپہر کا کھانا زوال کے وقت تک کھا سکتے ہیں یا نہیں اس وقت دہی یا چھاچھ کھانا برا ہو یا نہیں چاندی، سونا راہب لے سکتے ہیں،

یا نہیں وغیرہ وغیرہ؟ بڑی بحث کے بعد یہ طے ہؤا کہ یہ تمام امور مثلِ سابق ممنوع سمجھے جائیں گے۔ مگر جدّت پسندوں کو یہ قدامت پسندی نہ آئی اور اسی وقت سے دو جماعتیں ہوگئیں۔ دونوں کے علیحدہ علیحدہ جلسے ہونے لگے اور ہر جماعت اپنے کو صحیح اور دوسرے کو غلط ثابت کرنے لگی۔ آپس کا یہ اختلاف یہاں تک بڑھا کہ بودھی راہب اٹھارہ گروہوں میں منقسم ہو گئے اور ہر ایک[۵۱] صداقت دحق پرستی کا دعوے دار تھا۔

تیسری کانسل اور اشوک

تیسری کانسل اشوک کے سنہ جلوس کے اٹھارھویں سال میں پاٹلی پتر (پٹنہ) میں ہوئی (۲۵۲ ق،م) اس جلسے میں ایک ہزار بزرگ ترین راہب شریک ہوئے اور اس کی صدارت لیٹا ولد[۵۲] موگلی نے کی۔ اس کانسل میں بُدھ کی بتائی ہوئی شریعت نے پہلی بار سوتری اور تحریری صورت تری پٹک کے نام سے اختیار کی۔ یہ احکام و ہدایتیں۔ قوانین و قواعد نظم کر ڈالے گئے اور بار بار دہرا کر حفظ کرائے گئے۔ یہ کانسل نو مہینے تک ہوتی رہی اور اسی کے نام اشوک نے وہ پیغام بھیجا جو بارابار[۵۳] پہاڑی پر کندہ ہے۔ "مگدھ کا بادشاہ پیاداسی (رحم دل) سنگھ کا خیر مقدم کرتے ہوئے اس کی صحت اور عافیت کی دُعا کرتا ہے۔ محترم بزرگو! آپ جانتے ہیں کہ میں بُدھ شریعت اور سنگھ کی کتنی عزّت کرتا ہوں اور ان کو کس قدر محترم سمجھتا ہوں۔ محترم بزرگو! مقدس بُدھ نے جو کچھ فرمایا وہ

---

۵۱ مہاونس ۵۲ Tissa

۵۳ گیا کے قریب ایک پہاڑی ہے۔ پروفیسر مکرجی اس مقام کو بھیرو اور رائس ڈیوڈس ببر کہتے ہیں۔ مگر ڈاکٹر ایشوری پرشاد نے اسے بارابار ہی کہا ہے۔

بہت ہی مناسب تھا۔ اگر ہم ان کے احکام کو اپنا ماخذ سمجھیں تو سچا قانون (شریعت) بہت دنوں قائم رہے گا۔ محترم بزرگو! میں حسبِ ذیل کتبِ شریعت کو، جو مقدس بُدھ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں ایسا ہی سمجھتا ہوں :-

ونے سموکس (ونے کا جوہر) الیۃ وسالی (دنیائے حق پرستان) اناگیت بھیانی (مستقبل کا خوف) منی گاتھا (تھلا کے گیت) منہ سوت (عقلا کی سیرت) اپتسہ (ساری پتر کے سوالات) مہار اہل سوت (راہل کو نصائح)

محترم بزرگو! مجھے امید ہے کہ مکرمہ راہبہ اور مکرم راہب ان کتبِ شریعت کو پڑھتے اور ان پر غور کرتے رہیں گے۔ اور اسی طرح دونوں جنسوں کے معمولی بودھ۔ اسی غرض سے میں نے یہ کندہ کرادیا ہے اور اپنی خواہش کا اظہار کردیا ہے[۱]۔"

اشوک کے بھیجے ہوئے مبلغین

اس کانسل نے اشوک کی ایما سے حسبِ ذیل مقامات پر

[۱] اشوک کے اس کتبے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اس نام کی کتابیں اس وقت موجود تھیں اور یہی قابلِ وثوق سمجھی جاتی تھیں۔ لیکن تری پٹک میں جو کتابیں شامل ہیں ان میں یہ نام نہیں ملتے۔ ممکن ہے کہ اسی کانسل نے ان کتابوں کے نام بدل دیے ہوں۔ پھر بھی دکنی بودھوں کا یہ دعویٰ صحیح نہیں مانا جاسکتا کہ تری پٹک تمام وکمال وہی ہیں جو اشوک کے پہلے سے چلی آتی تھیں۔ اس لیے کہ تری پٹک میں اشوک کی دی ہوئی فہرست سے کہیں زیادہ کتابیں شامل ہیں۔ ڈیوڈس کا یہ خیال ہے کہ تری پٹک میں 'پالی موکھ' وہی ہے جسے اشوک نے ونے سموکس کہا ہے اور ترہ گاتھا وہی ہے جسے منی گاتھا کہا ہے۔ اسی طرح اناگتا بیانی کے موضوع کا کچھ سراغ بتو تو میں ملتا ہے۔ باقی کتابوں کا کوئی پتا نہیں ملتا۔

مبلغ بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ ان کی فہرست ذیپ ونس اور مہاونس سے مبلغین کے ناموں کے ساتھ درج کی جاتی ہے۔

(۱)	کشمیر اور گاندھار (قندھار)	مجھنتک بھیجے گئے
(۲)	مہس (سلطنت نظام کا دکھنی حصہ)	مہادیو "
(۳)	ونواس (صحرائے راجپوتانہ)	اکھیت "
(۴)	اپرنتک (سرحد)	باختری دھم رکھت "
(۵)	مہراسٹھ (صوبہ بمبئی کا شمالی مشرقی حصہ)	مہا دھم رکھت "
(۶)	یون لوک (باختر)	مہارکھیت "
(۷)	ہمنونت (وسط ہمالیہ)	مجھم "
(۸)	سون بھومی (ملایا)	سین اور اتر "
(۹)	لنکا	مہند وغیرہ "

اسی سال اشوک نے ایک محکمہ دھرم مہاماتر کے نام سے قائم کیا جس کا فرض تھا کہ وہ مذہب کی حقانیت کو قائم رکھے اور وحشی و جنگلی اقوام کی دیکھ بھال اور ان کے حقوق کی نگہبانی کرے۔

چوتھی کانسل چوتھی کانسل کنشک[۱] (غالباً ۱۲۵ء تا ۱۴۸ء) کے زمانے میں ہوئی۔ اس میں پانچ سو راہب شریک ہوئے تھے۔ اس کے تین ثبوت ملتے ہیں کہ اس وقت بودھ مذہب دو فرقوں میں، استھرویرواد اور مہاسانگھیک میں منقسم تھا اور یہ کانسل انھی کے اختلاف کو مٹانے کے لیے ہوئی تھی۔ اس جلسے کی صدارت وسوبندھو

---

[۱] کنشک کے سنہ تاجپوشی کے بارے میں مورخین میں بڑا اختلاف ہے اور کوئی سنہ موثق نہیں کہا جاسکتا۔ یہ سنہ سرنیواس اچاریہ اور رام سوامی آئنگر کی تاریخ سے دیا گیا ہے۔

نے کی۔ اس میں مذہبی عقائد پھر طے پائے۔ تین تفسیریں تیار ہوئیں جن میں سے مہاد بھاشا سب سے زیادہ مشہور ہے۔ یہ کتاب بودھوں کی شریعت کا ایک نہایت مستند ذخیرہ سمجھی جاتی ہے۔ ان تفسیروں میں سے ہر ایک میں بقول ہیوان سوانگ کے ایک لاکھ شعر تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ان تفسیروں کو کنشک نے تانبے کے ٹکڑوں پر کندہ کرا کے ایک بڑے بھاری استوپ کے نیچے دفن کرا دیا تھا، جو اس نے سری نگر کے متصل بنوایا تھا۔ اس استوپ کا اب تک پتا نہیں چلا۔

ہنیان اور مہایان

اسی کانسل کے تھوڑے دنوں بعد بودھ مذہب میں دو بڑے فرقے ہو گئے جنھیں مہایان اور ہنیان کہتے ہیں۔ ہنیان تو اس قدیمی بودھ مذہب کے ماننے والے ہیں جو لنکا اور برہما میں پائے جاتے ہیں اور جو روح کے قائل نہیں اور خدا کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ بدھ نے کچھ نہیں کہا اور ہمیں اس کے وجود اور عدم وجود سے کوئی سروکار نہیں۔ ماہیان بدھ مت پر یقین رکھتے ہیں۔ بدھ کو مافوق الانسان شخصیت سمجھتے ہیں۔ دیوی دیوتاؤں کے قائل ہیں۔ بدھ اور دیوتاؤں کی مورتیوں کی پوجا کرتے ہیں۔ جنتر منتر پر یقین رکھتے ہیں۔ رواسم پر عامل ہیں، اور خدا بلکہ مختلف خداؤں پر اعتقاد رکھتے ہیں[1]۔

مہایان فرقے کا بانی ناگارجن تھا۔ اس نے بودھ مذہب میں بھگتی اور عام محبت کو داخل کرکے اور اس میں خدا اور دیوتاؤں کو شامل کرکے اسے بہت زیادہ ہر دل عزیز بنا دیا۔ ونسنٹ اسمتھ کی رائے ہے

[1] دیکھو سر چارلس ایلیٹ کی کتاب

کہ "مہایان فرقہ، ہندو، بودھ، ایرانی، رومن اور یونانی مذاہب کی ایک کھچڑی ہی جس نے گوتم کو ایک زندۂ جاوید شفیع کی صورت میں پیش کرکے سوکھے ہوئے بے جان اخلاقی اصول کے مجموعے میں جان ڈال دی۔"

زوال کے اسباب

اس افتراق و اختلاف نے جس طرح اس مذہب کو شمال میں مقبول بنایا اسی طرح اس کے اثرات ہندستان میں کم ہوئے۔ ہمیں اس کا اندازہ چینی سیاحوں فاہین (۴۰۰ء) سنگ ین (۵۱۸ء) اور ہوان سانگ (۶۲۹ء تا ۶۴۸ء) کے بیانات سے معلوم ہوتا ہی کہ بودھ مذہب صرف انھیں مقامات پر باقی رہ گیا تھا جہاں کے راجا اس کی حمایت کرتے تھے۔ اور یہی وجہ ہوئی کہ اشوک اور کنشک کے بعد یہ محض پنجاب، کشمیر اور بہار میں کچھ دن ٹک سکا۔ دکھنی ہندستان پر اس کا کوئی دیرپا اثر نہ ہوا۔ اس کی خاص وجہ برہمنوں اور راجپوت راجاؤں کی سخت مخالفت تھی۔ بعض مورخوں کا تو یہاں تک خیال ہی کہ برہمنوں کے ابھارنے سے عوام اس مذہب کے عملاً مخالف ہو گئے تھے۔ اور کمارل بھٹ[۱] اور شنکراچاریہ[۲] کے مواعظ کے بعد تو بودھ کثرت سے مارے گئے۔

---

[۱] کمارل بھٹ ساتویں صدی میں ہوئے۔ انھوں نے ویدوں کی عظمت ثابت کی اور ان کے بتائے ہوئے رواسم کو جاری کرنے کے سلسلے میں بودھ مذہب کی بڑی مخالفت کی۔

[۲] شنکراچاریہ کرالا کے مقام پر ۷۸۸ء میں پیدا ہوئے۔ یہ وید کے بہت بڑے عالم تھے۔ انھوں نے اپنشد، بھگوت گیتا اور (بقیہ نوٹ صفحہ ۱۲۵ پر)

چنانچہ سارناتھ میں اس کے علامات پائے جاتے ہیں کہ وہاں کے استوپ اور بودھی مندر بار بار گرائے اور برباد کیے[۱] گئے۔

اس طرح دسویں اور گیارھویں صدیوں تک سوائے بنگال اور بہار کے جہاں کے پال بادشاہ اس مذہب کے پیرو تھے، یہ مذہب ہندستان میں باقی نہ رہا۔ جب پال سلطنت کا مسلم فتوحات نے خاتمہ کردیا تو یہ مذہب بھی اپنے مقام پیدائش سے غائب ہوگیا۔

خود اس مذہب کے راہبوں اور درویشوں میں اتنی عیش پسندی حرص اور تن آسانی آگئی تھی کہ عوام میں اس سے بیزاری اور نفرت پیدا ہوگئی تھی۔ بُدھ کی وہ ساری تعلیمات جو اخلاق کو بلند کرنے میں اپنا مثل نہ رکھتی تھیں، توہم پرستی، پابندیٔ مراسم اور راہبوں کے تعیش کی وجہ سے سراسر برباد ہوگئیں۔ اور بودھ مذہب جو درستیٔ اخلاق کے لیے جاری کیا گیا تھا، بداخلاقیوں کا مجموعہ بن گیا۔

اس ضمن میں اتنا اور کہنا ضروری ہے کہ اشوک اور کنشک سے بادشاہوں کی سرپرستی کی خواہ کتنی ہی تعریف کی جائے مگر یہ ماننا پڑے گا کہ انھیں شہنشاہوں کی بودھ نوازی نے بھیک مانگنے والے بھکشوؤں کو دلائی لاما کے محلوں کا خواب دکھایا اور ان میں ایسی اخلاقی کمزوریاں پیدا کردیں کہ وہ برہمنوں اور مسلمان کے معمولی حملوں سے پاش پاش ہوکر اپنی جنم بھومی سے غائب ہوگئے۔

(صفحہ ۱۲۴ کا بقیہ نوٹ) ودانت سوتر کی تفسیریں لکھیں اور وہ جگت گرو کے لقب سے پکارے گئے۔ انھوں نے میسور، دوارکا، پوری اور بدری کدار میں مٹھیں قائم کیں اور ہندستان بھر میں دورے کرکے بودھ مذہب کے عالموں سے مناظرے کیے اور انھیں شکست دی اور ہزاروں بودھوں کو ہندو بنایا۔

[۱] رائس ڈیوڈس

باب ہفتم

بودھ مذہب مختلف ممالک میں

بودھ مذہب کو گو دیش نکالا مل گیا اور ہندستان میں سوائے سارناتھ اور گیا کے اس کے ماننے والے کثرت سے نہیں پائے جاتے، لیکن اس کے پیروؤں کی تعداد بے شمار ہے۔ نیپال، تبت، چین، کوریا، منگولیا، جاپان، برما، سیام، ملایا، جاوا، سماترا اور لنکا ان تمام مقامات پر اس مذہب کے تابعین کی کثرت ہے۔ ایسی صورت میں اس کا جاننا خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ یہ مذہب ان مقامات پر کیسے اور کن حالات میں پہنچا اور اس کی موجودہ صورت اور اثر کیا ہے؟ ہم ان ممالک کا اجمالی حال تو کسی پچھلے باب میں تغیرات کے سلسلے میں بیان کر چکے ہیں اب اس اجمال کی تفصیل بھی حاضر ہے۔

۱۔ لنکا ٹیا بادشاہ (۲۵۰ء تا ۲۲۰ ق م) کے زمانے میں ہندستان کے شہنشاہ اشوک نے اپنے بیٹے مہیندر کو تبلیغ مذہب بودھ کے لیے بھیجا۔ مہیندر اس وقت تک ایک درویش کی زندگی بارہ برس تک بسر کر چکا تھا۔ کانسل کے دوسرے سال مہیندر لنکا کے لیے روانہ ہوا اور اپنے ساتھ راہبوں کا ایک گروہ لے گیا۔ ان لوگوں کو وہ تری پٹک اور ان کی تفسیریں حفظ تھیں جو کانسل میں طے پائی تھیں۔ ان تفسیروں

کو اس نے پالی سے سنگالی زبان میں ترجمہ کر دیا۔

ٹیسا نے مہیندر کی بڑی آؤ بھگت کی۔ خود بودھ مذہب قبول کیا اور اس کی اشاعت کا حکم دیا۔ اس نے مہیندر کے کہنے پر انوردھ پور میں تھوپارام داگب بھی بنایا جو آج تک موجود ہے اور جس کے بارے میں یہ خیال ہے کہ اس کے نیچے گوتم کے گردن کی ہڈی دفن ہے۔ اس کے قریب ایک مٹھ بھی ہندستانی راہبوں کے رہنے کے لیے بادشاہ نے بنوایا۔ اور اس سے آٹھ میل کے فاصلے پر مہنتل وہار بنوایا جو آج تک موجود ہے۔ تھوپارام داگب کی بنا کے بعد بادشاہ کی کچھ خواتین اعزا نے راہبہ بننے کا خیال ظاہر کیا۔ اس پر مہیندر نے اپنی بہن سنگھو متراکو بلوا بھیجا جو اس کے ساتھ سنگھ میں داخل ہو گئی تھی۔ وہ مع کئی راہبہ کے لنکا آئی اور اپنے ساتھ بودھ درخت کی ایک شاخ بھی لیتی آئی۔ یہ شاخ انوادھ پور میں روانولی داگب کے پاس لگا دی گئی اور اس کے تاریخی ثبوت موجود ہیں کہ موجودہ بودھی درخت جو لنکا میں ہے اسی شاخ سے لگا ہے۔ آج یہ دنیا کا سب سے پرانا درخت بڑے اہتمام سے رکھا جاتا ہے اور اس کے تنے اور جڑوں میں پانی پہنچانا بودھوں کے لیے سب سے بڑی سعادت ہے۔

ٹیسا نے بیس برس حکومت کرنے کے بعد انتقال کیا اور مہیند بھی تھوڑے ہی دنوں بعد مر گیا۔ ان دونوں کی موت کے کچھ عرصے بعد لنکا کو تامل قوم نے فتح کر لیا۔ لیکن ۱۶۴ ق م میں وہ لوگ نکال دیے گئے اور فاتح دشت گامنی نے بھی اپنے دادا ٹیسا کی طرح بودھ مذہب قبول کیا اور اس کی سرپرستی کرتا رہا۔ اس نے بہت سی عمارتیں بنوائیں

جن میں سے مہاتھوپ اور پیتل والا بڑا اسٹھ بہت مشہور ہیں۔ اس سٹھ میں سو اسو کمبے ہیں۔

اس کی موت کے بعد دراوڑ قوم نے پھر حملہ کیا لیکن ان کو وتاگامنی نے ۸۸ ق، م میں ملک سے نکال دیا۔ اس بادشاہ نے لنکا میں سب سے اونچا داگب ابھیاگری تیار کرایا اور اسی کے زمانے میں تینوں پٹک پہلی بار حافظے سے صفحۂ قرطاس پر منتقل کی گئیں۔ اور محققین کی رائے میں اصلی بودھ تعلیمات انھی میں بہت حد تک پائی جاتی ہیں اور جتنی کتابیں اس مذہب کی شمالی ہند، نیپال، تبت اور چین وغیرہ میں پائی جاتی ہیں وہ سب ان کے بعد لکھی گئیں اور وہ اتنی موثق بھی نہیں ہیں۔

اس کے علاوہ جو بودھ مذہب کے متعلق اہم کام لنکا نے کیا۔ وہ پانچویں صدی میں ہوا۔ سنہ ۴۳۰ء کے قریب بُدھ گیا کا ایک مشہور راہب بُدھ گھوش لنکا آیا۔ یہ شخص بہت بڑا فلسفی اور عالم تھا۔ اس نے بودھ مذہب کی ایک انسائیکلو پیڈیا وسدھی ماگ کے نام سے لکھی اور پٹک کی تمام تفسیرات کو سنگالی زبان سے پالی میں منتقل کیا۔ یہ تفسیریں اس قدر مقبول ہوئیں کہ بقول ڈیوڈس کے اب کوئی تفسیر سنگالی زبان میں لنکا میں پائی ہی نہیں جاتی۔ ان تفسیرات کی جو اس وقت پالی زبان میں لنکا میں موجود ہیں۔ مقدمے میں فہرست دے دی گئی ہے۔

برما

یہاں بودھ مذہب کی ابتدا کے بارے میں مختلف بیانات ہیں۔ برما والے تو یہ کہتے ہیں کہ گوتم خود یہاں تشریف لائے تھے۔ لیکن یہ ان کی خوش عقیدگی ہے۔ تاریخی حیثیت سے سب سے پہلے یہاں بودھ مذہب اشوک کے مبلّغین کے ذریعے پہنچا۔ لیکن

اصل میں اسے ترقی پانچویں صدی میں ہوئی۔ جب بُدھ گھوش لنکا سے ۴۵۰ء میں یہاں آیا۔ اس وقت سے بودھ مذہب نے وہاں اس طرح رواج پکڑا کہ آج برما میں بودھ ہونا وہاں کے رواسم میں داخل ہو گیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر گاؤں میں پگوڈا (بودھ مندر) ہیں اور ۵۰ ہزار سے زائد مذہبی فقرا، بُدھ کے بتوں کو پوجنا، مذہبی پیشواؤں کی عزت اور مختلف قسم کی ارواحِ خبیثہ پر یقین کرتا ان کے ہاں جزو مذہب ہے۔ ایک معمولی دیہاتی کسی درخت کا پھل اس وقت تک نہ کھائے گا اور کوئی کھیت اس وقت تک نہ جوتے گا جب تک اس نٹ کو قربانی نہ چڑھائے گا جو کہ اس درخت پر یا اس جگہ پر اس کے خیال میں قابض ہے۔ بودھ مذہب توڑ مروڑ کر اب وہاں یوں رائج ہے کہ گوتم نے یہ سکھایا ہے کہ ہر شخص اپنے اعمالِ نیک کی وجہ سے ایک دیو یا چھوٹا سا دیوتا ہو سکتا ہے۔ اور اعمال بد کے سبب ایک "یک" یا پریت ہو سکتا ہے۔ اور یہ دیوتا یا پریت بہت کچھ اپنے سے بڑی ارواح کے ماتحت ہیں جو نٹ کہلاتے ہیں۔ ان نٹوں کی تعداد ۳۸ ہے۔ ان میں سے جو سب سے بڑا ہے اس کا نام بھگ من ہے۔ چنانچہ ان نٹوں کے خوش کرنے کے لیے جانوروں کی قربانی کرتے ہیں اور شراب پیتے ہیں جو گوتم کی تعلیم کے بالکل منافی ہے۔ وہ اپنے تیوہاروں کے موقعوں پر خوب خوشیاں مناتے ہیں، ناچتے گاتے ہیں اور نذر کرتے ہیں۔ وہ پھول ہار اور دوسری نذریں لے کر بودھ مندر جائیں گے وہاں گھٹنے ٹیک کر بُدھ کا بتایا ہوا فقرہ دہرائیں گے "انیک، دکھ، اناتھ" (سب فانی ہیں) سب آلام سے مملو ہیں اور سب غیر حقیقی ہیں اور نذر چڑھانے کے بعد پوری رات

ناچ رنگ میں اور تھیٹر دیکھنے میں صرف کرتے ہیں۔ یہ تھیٹر انھی مندروں کے پلیٹ فارم پر صحن میں کیے جاتے ہیں اور کوئی رئیس ان کا خرچہ برداشت کرتا ہے۔

تہواروں کے علاوہ ایک خاص موقع خوشیاں منانے کا کسی مذہبی راہب کی موت ہوتی ہے۔ چندے کی فہرست کھول دی جاتی ہے اور ایک بڑی رقم جمع کرکے چِتا کے چاروں طرف خاصی اچھی عمارت تیار کی جاتی ہے۔ بہت سے نشانات نصب کیے جاتے ہیں اور رنگ برنگ کی جھنڈیاں لگائی جاتی ہیں۔ کھیل تماشے اور ناچ ہوتے ہیں۔ اس درمیان میں لاش کو شہد اور ورقِ طلا سے لپیٹ کر رکھے رہتے ہیں۔ جب جلائے جانے کا دن آتا ہے تو وہ ایک ایسے ٹھیلے پر رکھی جاتی ہے جس میں ایک رسّا باندھ دیا جاتا ہے۔ دو پارٹیاں ہو جاتی ہیں۔ رسّہ کشی ہوتی ہے اور جو اس میں جیت جاتی ہے وہی تمام اخراجات کی ذمّے دار ہوتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ گو یہ لوگ اپنے کو بودھ کہتے ہیں مگر ان میں اکثر خدا اور روح پر یقین رکھتے ہیں اور بجائے نروان کے ایک جنت کے قائل ہیں جہاں صالح اور نیک لوگ جاکر دیوتاؤں کے ساتھ خوشی اور مسرت کی زندگی بسر کریں گے۔ عیسائی مشن زوروں [illegible] کام کر رہا ہے اور گو ابھی تقریباً سوا کروڑ آبادی میں سے بمشکل ایک چوتھائی کے قریب نے عیسائی مذہب قبول کر لیا ہے مگر اس کی کافی امید پائی جاتی ہے کہ مستقبلِ قریب میں آخر الذکر مذہب کا فروغ ہو جائے۔

[illegible] میں بودھ مذہب کچھ تو اشوک کے مبلغین نے

پھیلایا، کچھ کنشک کے زمانے میں پھیلا لیکن درحقیقت اس مذہب کا باقاعدہ فروغ یہاں ساتویں صدی عیسوی سے ہوا جب کہ وہاں کے بادشاہ نے دو شادیاں کیں، ایک چینی اور ایک نیپالی شہزادی سے اور یہ دونوں بودھ مذہب کی ماننے والیاں نکلیں۔ ان رانیوں کے اثر کی وجہ سے اس مذہب کی اشاعت تبت میں اس قدر ہوئی کہ ان کے ایک سو برس بعد تبت کے راجا نے باقاعدہ آدمی بھیج کر ہندستان سے بھکشو بلائے اور بودھ مذہب اس ملک میں پہنچ کر وہاں کے اس وقت کے موجودہ مذہب سے مل جُل کر ایک نیا مذہب بن گیا۔ اُس وقت تبت میں ارواحِ خبیثہ پر یقین اور ان کو رام کرنے کے لیے انسانی قربانیاں بڑے زوروں پر تھیں۔ وہاں کے باشندوں کے خیال میں اس پہاڑی مقام میں قدم قدم پر ارواحِ خبیثہ کا اڈا تھا اور کوئی کام بغیر ان کے خوش کیے ہوئے نہیں کیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ مذہبی پیشواؤں نے اس خوف اور کمزوری سے فائدہ اٹھایا اور بودھ مذہب کو ایک مخصوص جامہ پہنا دیا۔ ان لوگوں کے اعتقادات اب یہ ہیں:-

گوتم کے علاوہ اور بھی بہت سے بدھ ہیں لیکن ان میں سے مخصوص پانچ ہیں۔ گوتم ان کے تین پیش رو اور آنے والے متر بدھ (رحمتی بدھ) ان میں سے ہر ایک بدھ کے تین جلوے ہوتے ہیں۔ دو آسمانی اور ایک ارضی۔ آسمانی بدھ تو دھیانی بدھ اور بدھ ستو کہلاتے ہیں اور ارضی خالی بدھ۔ اس طرح موجودہ کلپ کے لیے پندرہ بدھوں کی فہرست ہوئی جو اصل میں پانچ ہی ہیں:-

دھیانی (فکری) بدھ	بدھ ستو (فکری بدھوں کا دوسرا جلوہ)	منشی (انسانی) بدھ
وروچن	سمانت بھدر	کرکوچند
اکشوبیہ	وجرپانی	کنگ منی
رتن سمبھو	رتن پانی	کیسپ
رپیتابھ	پدم پانی یا اولوکتیشور	گوتم
اموگ سادھ	وسوپانی	مترا بدھ

یہی اولوکتیو جو گوتم کی شکل میں آیا تھا دلائی لاما، یا تبت کے صدر مذہب کی شکل اختیار کرتا ہے دلائی لاما کوئی معمولی انسان نہیں بلکہ اس کا درجہ ادی بدھ یا خدا کے بعد ہے۔

ان کے علاوہ تبتی بودھ ایک ابدی و ازلی وجود کا، ایک نورِ مجسم کا، ایک قادرِ مطلق کا، ایک عقلِ کل کا، ایک محبتِ کامل کا بھی یقین رکھتے ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک کو الگ الگ خدا سمجھتے ہیں۔ پھر ان کے یہاں دیویاں بھی ہیں جنھیں تار کہتے ہیں۔ ایک تار تو اولوکتیشور کی بیوی ہے اور انھی نے ان دونوں رانیوں کی صورت اختیار کی تھی جو سب سے پہلے بودھ بادشاہ تبت سے بیاہی تھیں۔

ایک دوسری تار نہایت ہی خوفناک صورت رکھتی ہے۔ اس کے تین چہرے اور آٹھ ہاتھ ہیں۔ ان میں سے ایک چہرہ بالکل سور کا ہے (منگولیا والوں کا یقین ہے کہ زار روس کی شکل میں انھی میں سے ایک تار جنم لیتی ہے)

ان کے علاوہ کچھ پریت بھی ہیں۔ جن میں سے ہر ایک کی صورت حد درجے خوفناک ہے اور اسی لیے ان کے ماتحت شیاطین بے

ڈرتے ہیں۔ ان پریتوں کے بھی انھیں کی صورت شکل کی مناسبت سے بیویاں ہیں اور یہ سب کی سب حد درجے خوف ناک اور ظالم ہیں۔

پھر دنیا کے چاروں حصّوں میں چار عفریت بادشاہ ہیں اور ان کا بھی منانا ضروری ہے۔ کوئی کام بغیر اس عفریت کو نذر دیے ہوئے جس کے حصّۂ دنیا میں وہ کام ہو رہا ہے انجام نہیں پا سکتا۔

پھر جہنّم کا مالک 'یم' بھی ہے جس کی زیرِ نگرانی آٹھ آتشیں اور آٹھ زمہریری جہنّم ہیں۔ یم کی بیوی کا نام لہامو ہے۔ اور ان دونوں کا خوش رکھنا حد درجے ضروری ہے۔ ان کے ماتحت ہزاروں چھوٹے بڑے مختلف جنسوں کے بھوت پریت ہیں اور ہر ایک کے خفا کرنے سے مصیبتیں بڑھتی رہتی ہیں۔

سب کے آخر میں سینکڑوں بودھی پیر ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی مورتیاں رکھنا اور ان کا پوجنا کارِ ثواب ہے۔

مذہبی لوگ مختلف اقسام کے ہیں۔ سب سے اعلیٰ درجہ تو لاما کا ہے۔ یہ دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک زرد ٹوپیاں دیے ہوئے اور ایک سرخ ٹوپیاں دیے ہوئے۔ زرد ٹوپی والے شادی نہیں کر سکتے سرخ ٹوپی والے بیاہ کر سکتے ہیں۔ ان کے علاوہ راہبوں کی ایک بڑی تعداد ہوتی ہے۔

یہ اپنے جسم کو بڑی سختیاں اور مصیبتیں برداشت کرنے کا عادی کرتے ہیں۔ تنہا برف کے ڈھکے ہوئے درّوں اور کھوہ میں پڑے رہتے ہیں۔ کھانے پینے، لباس ہر چیز کی طرف سے بے پروا ہوتے ہیں۔

دلائی لاما کے انتخاب کا طریقہ

دلائی لاما کے مرنے کے نو مہینے بعد جتنے بچے پیدا ہوتے ہیں انھیں میں سے نیا دلائی لاما چُنا جاتا ہے۔ طریقۂ انتخاب بھی دلچسپ ہے۔ سب بچے لاکر ایک جگہ جمع کیے جاتے ہیں مُردہ دلائی لاما کی مختلف چیزیں اکٹھا کی جاتی ہیں اور ان میں بہت سی دوسری چیزیں شامل کردی جاتی ہیں۔ جو بچّہ دلائی لاما کی چیزیں پسند کرے اور دوسری چیزوں کو نہ اٹھائے وہی دلائی لاما مان لیا جاتا ہے۔ خیال یہ ہے کہ چونکہ ہر شخص کو اپنی چیزوں سے محبت ہوتی ہے اس لیے ان بچّوں میں سے جن کی صورت میں دلائی لاما نے جنم لیا ہوگا وہ اپنی چیزوں کو پہچان لے گا۔

دلائی لاما کے بعد لامۂ اعظم تش لمپو ہوتا ہے اور اس کے نیچے کئی لامۂ اعظم اور ایک راہبۂ اعظم ہے۔ ان میں سے ہر ایک کے نیچے بہت سے لاما اور راہبات ہیں۔ اس طرح تبت میں لاماؤں کی بڑی کثرت ہے۔ اور اس سنگلاخ ملک میں تین ہزار سے زیادہ صومعے ہیں۔

ان لاماؤں اور مذہبی لوگوں کا عوام پر بہت رسوخ اور اثر ہے۔ وہ ان مذہبی لوگوں کا ہر کام بڑے خلوص سے بالکل غلاموں کی طرح انجام دیتے ہیں۔ اس اثر کے وجوہ یہ ہیں کہ ایک تو بودھی تعلیمات نے ان بن بیاہے پیشواؤں کی نفس کُشی کا سکّہ ان کے دلوں پر بٹھا دیا ہے۔ دوسرے انھیں اس کا یقین ہے کہ لاما ان کے اور ارواحِ خبیثہ کے درمیان ایک دیوار کا کام دیتے ہیں۔ اگر یہ ان کی حفاظت نہ کریں تو بدروحیں انھیں زندہ نہ رہنے دیں۔

چین کہا جاتا ہے کہ بودھ مذہب [illegible] پہلی صدی قبل مسیح میں چین پہنچ

گیا تھا۔ مگر تاریخی حیثیت سے پہلی صدی عیسوی کے پہلے کوئی سراغ نہیں ملتا۔ اس صدی میں شہنشاہِ چین مینگسائی نے ایک خواب دیکھا جس کے بموجب اس نے اپنی سلطنت میں ہندستان سے اس مذہب کے مبلّغ بلوائے۔ لیکن باوجود اس شہنشاہ کی کوشش بلیغ کے بودھ مذہب تین سو برس تک کوئی خاص اثر قائم نہ کرسکا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ خود چین میں دو مذہب ایسے فلسفیانہ موجود تھے کہ کسی اجنبی مذہب کا جلد اثر پکڑ لینا آسان کام نہ تھا۔

پہلا مذہب تاوی ہے اور دوسرا کنفوشی۔ تاوی مذہب سحر وجادو کی وجہ سے اور کنفوشی اپنے اخلاقیات کی وجہ سے بودھ سے کسی طرح مرجوعۂ عوام بننے میں کم نہ تھے۔ پھر بھی بودھ مذہب آہستہ آہستہ پھیل گیا۔ لیکن اب بھی اس کی یہ حالت ہے کہ کوئی چینی خالص بودھ مذہب کا پیرو نہیں کہا جاسکتا چینی جس طرح ہر مذہب میں سے اپنی پسند کے نکات چُن لیتا ہے۔ اسی طرح اس نے بودھ مذہب کو بھی اپنا کر نہ جانے کیا سے کیا بنا دیا ہے۔

تیسری صدی عیسوی میں اس مذہب کی کچھ اشاعت ہوئی اور چوتھی صدی میں جب تشی ہو شاہنشاہ ہوا تو چینی بھی بودھ ہونے لگے اس کے بعد چین میں بودھ کے متعلق اتنی دلچسپی پیدا ہوئی کہ فاہیان (پانچویں صدی) ہون سانگ (چھٹی صدی) اور آئی تسنگ (ساتویں صدی) میں ہندستان آئے اور یہاں سے بودھ مذہب کی کتابیں لے گئے۔ یہ جتنی کتابیں ہیں وہ سب فاہیان نقطۂ نظر سے لکھی گئی ہیں۔ اس لیے چین کے بودھ گویا شمالی ہند کے بودھوں کے مقلد ہیں۔

چین اور تبت کے بودھوں میں فرق

لیکن مقامی حالات اور نقطۂ نظر سے ان میں اور تبت کے بودھوں میں خاصا فرق ہے، موٹی موٹی باتیں یوں بیان کی جا سکتی ہیں کہ:-

۱- چین میں تبت سے کم دیوی دیوتا ہیں۔ گو کہ تبت والوں کی طرح ان کے یہاں بھی بُدھ بدھ ستو پیر اور عفریتی دیوتا ہیں۔

۲- چین میں آنے والا بدھ یعنی رحمتی بُدھ، ایک معمولی دیوتا کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کی شکل ہمیشہ ایک ہنس مکھ موٹے آدمی کی ہوتی ہے۔

۳- مذہبی لوگ خاص طور سے بھکشو اور لاما کو بہت ذلیل سمجھتے ہیں اور ان کی کوئی عزت نہیں کرتے۔ ان کا اخلاق بھی کچھ اچھا نہیں، حالانکہ اپنا اثر و رسوخ پیدا کرنے کے لیے وہ طرح طرح سے اپنے جسموں کو تکلیف دیتے ہیں، یہاں تک کہ اپنے مُنڈے ہوئے سر پر دہکتا ہوا کوئلہ رکھ کر دعا مانگتے ہیں، انگلیاں اور ہاتھ جلا جلا کر خاک سیاہ کر دیتے ہیں۔ ان سے نفرت کی خاص وجہ یہ ہے کہ چینی عام طور سے خاندانی زندگی کو پسند کرتے ہیں اور یہ لوگ اس کے مخالف ہیں۔

۴- دیویوں میں خاص طور سے چینی رحم کی دیوی کوئین کو بہت محبوب رکھتے ہیں اور اس کی تصویر اور مورتیوں کی بڑے اہتمام و احترام سے پوجا کرتے ہیں۔

جاپان

اس ملک میں بودھ مذہب کوریا سے ۵۵۲ء میں آیا۔ خود کوریا میں یہ مذہب چوتھی صدی عیسوی میں آیا تھا۔ اس وقت جاپان میں دو مذاہب رائج تھے۔ ایک شنتو مذہب اور دوسرا

کنفوشی ۔ کنفوشی تو وہی چین والا اخلاق و فلسفے کا ترجمان مذہب ہو لیکن شنٹو مذہب خاندان اور بزرگوں کی ارواح اور مناظرۂ فطرت و قدرت کی پرستش پر مبنی ہو۔ اسی کے ساتھ وہ اس کی تعلیم بھی دیتا ہو کہ میکاڈو یعنی شاہ جاپان کوئی معمولی انسان نہیں ہو بلکہ وہ سورج کی دیوی کا بیٹا ہو اور اس میں شان الوہیت پائی جاتی ہو۔ یہی وجہ ہو کہ شنٹو ہمیشہ سے حکومت جاپان کا مذہب رہا ہو۔

چنانچہ جب بودھ مذہب جاپان پہنچا تو اسے ان دونوں مذہبوں سے سمجھوتا کرنا پڑا، یہاں تک کہ بودھ مذہب کے سب سے بڑے جاپانی سرپرست شہنشاہ شوٹوکو ٹیشی کا یہ قول بہت مقبولِ خاص و عام ہوا کہ "شنٹو، کنفوشی اور بودھ مذہب تینوں ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں"۔ چنانچہ اس بادشاہ کے زیرِ اثر شاہانِ جاپان اس مذہب کے سرپرست بنے اور بالآخر آٹھویں صدی عیسوی تک شنٹو کے دیوتا بُدھ ستو مان لیے گئے اور شاہ جاپان دلائی لاما کی طرح ان کا اوتار تسلیم کر لیا گیا۔[1]

یہ صورت بارھویں صدی تک رہی لیکن جب عیسائیت کا کچھ اثر بڑھنے لگا تو بودھ مذہب نے ایک اور چولا بدلا اور اس میں ہونن (۱۲۱۲-۱۱۳۳) کی تبلیغ سے جوڈو[2] نامی ایک نیا فرقہ بنا۔ اس فرقے نے روح کے وجود کو تسلیم کیا اور نجات کے لیے "امیدا" پر اعتقاد رکھنے کو کہا۔ ان کے نزدیک لاکھوں برس پہلے "امیدا" نے انسانی صورت

---

[1] سونڈرس "اسٹوری آف بدھ ازم"۔
[2] JODO

میں جنم لیا اور دُنیا کے لیے نجات کا راستہ دکھایا۔ یہ لوگ امیڈا[1] کو ازلی وابدی مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ وہی ہے جس میں ہم رہتے ہیں، حرکت کرتے ہیں اور وجود میں آتے ہیں۔" کچھ دن بعد جوڈو میں بھی ذرا سا تغیر ہؤا اور اس کا نام جوڈو شین پڑا۔

جوڈوشین[2] فرقہ مذہبی لوگوں کو شادی بیاہ کرنے کی اجازت دیتا ہے اور رہبانیت کی زندگی کا مخالف ہے۔ یہی بودھ فرقہ جاپان میں اس وقت سب سے زیادہ رائج ہے۔

دوسرا بودھ فرقہ زن[3] کے نام سے موسوم ہے۔ یہ جاپانیوں میں بہت زیادہ محبوب ہے، یہ جسم کو سختیاں برداشت کرنے کے قابل بنانے کا قائل ہے۔ اور غور و فکر اور دھیان گیان پر زور دیتا ہے۔ اس فرقے نے جاپان کے بڑے بڑے مفکرین اور عملی لوگ پیدا کیے ہیں۔

تیسرا فرقہ نیچرن[4] ہے۔ یہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ ہر امر کے فیصلے کے لیے انھیں سوتروں کو پڑھنا چاہیے جو گوتم چھوڑ گئے تھے اور مفسرین اور دیگر علما کی رائے پر کوئی وثوق نہ کرنا چاہیے۔ اس فرقے کی وجہ سے معاشرتی رسوم میں سے بہت سی مذموم باتیں نکل گئیں اور لوگ بودھ مذہب کی کتابیں پڑھنے کی طرف راغب ہوئے۔

بہر حال جاپان میں بودھ مذہب کا ارتقا یہ صاف طور سے ظاہر کر رہا ہے کہ غیر ملکی مذہب جب کبھی کہیں جاتا ہے تو بہت سی باتیں اس میں اس [illegible] کی شرکت ہو جاتی ہیں اور بہت سی ایسی باتیں جو اہلِ ملک

---

[2] Jodo Shinshu

[4] NICHIREN

[1] AMIDA

[3] ZAN

کی طبع کے خلاف ہوں ترک کر دی جاتی ہیں۔

جاپان میں دوسرے ملکوں کی طرح بودھ مذہب پہنچنے کے بعد روح کا قائل ہوگیا اور دیوتاؤں اور ایک ازلی و ابدی ذات کو ماننے لگا۔ اور کرم کے جھگڑوں کو بھول بیٹھا۔ جاپان کا ظاہری بودھ مذہب چین کے مذہب سے بہت کچھ ملتا ہوا ہے۔ البتہ دو دیوتا آسمانی خدا کے صفات سے متصف کر دیے گئے ہیں۔ یہ خالق بھی ہیں، ازلی بھی ابدی بھی اور قادرِ مطلق بھی۔ ان کے نام دینی جی اور امیدا ہیں۔ بدھ ستو میں کونوں (چینی کوئین) بہت محبوب ہے وہ امیدا کے ساتھ بہشت کی مالکہ ہے اور بغیر ان دونوں کی اجازت کے کوئی وہاں داخل نہیں ہو سکتا۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سے دیوی دیوتا ہیں اور ان سب پر یقین کیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ جاپانی بودھ مذہب بہت سے دیوی دیوتاؤں کو تسلیم کرتا ہے اور پوجتا ہے۔ لیکن باوجود ان باتوں کے بودھ راہبوں کا عوام پر کوئی خاص اثر نہیں ہے اور ان کو جنتر منتر جاننے والوں سے زیادہ وقعت نہیں دی جاتی۔

نیپال نیپال میں جو مذہب رائج ہے اس پر تبتی بدھ کا بہت گہرا اثر پڑا ہے۔ وہ بھی مقامی دیوی دیوتاؤں کے قائل ہیں۔ لیکن اسی کے ساتھ نیپالی خدا کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں اور گوتم کو انسان سمجھتے ہیں۔ مسٹر ہوگن نے جو وہاں کے بودھوں کا حال لکھا ہے اس میں اپنے ایک بودھ دوست کا وہ جواب بیان کیا ہے جو ان کے اس سوال پر ملا تھا "بدھ کون ہیں؟ وہ خدا ہیں، خالق ہیں نبی ہیں یا پیر ہیں۔ وہ آسمان سے پیدا ہوئے یا عورت کے پیٹ سے؟ جواب یہ ملا تھا "سنسکرت

ہیں بُدھ کے معنی عقل مند کے ہیں، یا وہ جس کا پتا عقل ہی سے چل سکتا ہو اور یہ خدا کے ناموں میں سے ایک ہو جیسے ہم ادھی بُدھ بھی اس لیے کہتے ہیں کہ وہ مخلوق نہیں بلکہ خالق ہو۔ ساکیہ بُدھ (گوتم بُدھ) دنیاوی ہو اور انسان ۔حقیقی بدھ کی پرستش کے ذریعے وہ اعلیٰ ترین مقام پر پہنچا اور اس نے نروان حاصل کیا۔ ہم اس لیے اسے بُدھ کہتے ہیں۔"

کوچین، آوا، فارموسا وغیرہ

کوچین، آوا، فارموسا، جاوا اور سماترا وغیرہ میں بودھ مذہب چوتھی پانچویں اور بعد کی صدیوں میں چین کی وساطت سے پھیلا، منگولیا اور سائبیریا میں بھی یہیں سے گیا اور ان جگہوں میں اس کے ماننے والوں کی بڑی تعداد اب بھی پائی جاتی ہو[1] اس کے قبل یہ مذہب کابل یا سقند، بلخ بخارا میں پھیل چکا تھا۔ ان مقامات کے بارے میں بہت سے حالات فاہین، ہوان سانگ اور سنگ ین کے بیانات میں ملتے ہیں۔ سنگ ین نے بیان کیا ہو کہ اس زمانے میں ختن کا بادشاہ گو کہ بودھ مذہب کا ماننے والا نہ تھا پھر بھی اس کے ملک میں کافی تعداد اس مذہب کے پیروؤں کی تھی اور ہندستان سے برابر واعظین اور مبلغین آتے جاتے رہتے تھے۔ بلخ بودھ تھا لیکن

---

[1] مردم شماری کے تازہ ترین اندازے کے مطابق اس وقت تقریباً ساڑھے تین کروڑ ہینیان بودھ لنکا، برہما، سیام، انام، وغیرہ میں ہیں۔ اور جاوا، سماترا، بھوٹان، سکم، تبت، چین، منگولیا، جاپان اور نیپال وغیرہ میں تقریباً پچاس کروڑ مہایانا مذہب کے پیرو ہوں گے۔ اس طرح غالباً پوری دنیا میں اس مذہب کے ماننے والوں کی تعداد تقریباً ۵۴ کروڑ ہو۔

کافرستان میں ایک تاتاری اس مذہب کا سخت دشمن تھا اور اس کے پیروؤں کو جہاں بھی پاتا تھا مار ڈالتا تھا۔

ہوان سانگ نے لکھا ہے "افغانستان میں کپسا نامی ایک بودھی بادشاہ حکومت کرتا تھا مگر صومعے زیادہ تر ویران تھے۔ قندھار میں بھی مٹھ خالی تھے۔ پشاور میں کنشک کا بنوایا ہوا مٹھ سائیں سائیں کر رہا تھا۔ لیکن عام طور سے لوگ ماہیان فرقے کے پیر تھے۔ کشمیر میں البتہ بودھ مذہب کا زور تھا۔ وہاں پانچ سو صومعے تھے اور پانچ ہزار راہب۔ سندھ میں لوگ ہنیان مذہب کو مانتے تھے۔ موجودہ زمانے میں سوائے کشمیر کے چند مشرقی حصوں کے اس مذہب کے ماننے والے ان مقامات پر بالکل نہیں ہیں۔ ان کی جگہ اسلام نے لے لی ہے۔ مگر ان مسلمانوں میں اسلاف کے اثرات کے ماتحت بہت کچھ توہم پرستی پائی جاتی ہے۔"
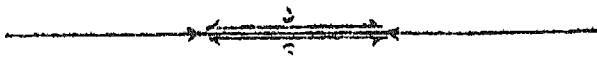
چرخِ حیات

ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں کہ جس طرح صلیب عیسائیوں کا، سواستکا آریوں کا، اور ہلال مسلمانوں کا نشان ہے، اسی طرح چرخِ حیات بودھوں کا نشان ہے۔ یہ بھی ہم نے بتا دیا ہے کہ یہ نشان کیوں کر وجود میں آیا اور شروع شروع میں اس کے کیا معنی تھے۔ بعد میں بودھوں نے اس پہیے کو مورتی کی حیثیت دے دی اور گول پہیہ بنا کر اس میں طرح طرح کی شکلیں بنائیں۔ اس طرح کے تین چکر ملے ہیں۔ ایک اجنتا کے غار میں ایک تبت میں ایک جاپان میں، ڈاکٹر واڈل نے ثابت کیا ہے کہ ان چکروں میں بدھ کی تعلیمات بارہ تصویروں کے ذریعے ظاہر کی گئی ہیں۔ اور انھوں نے حسبِ ذیل طریقے پر انھیں بیان کیا ہے۔

(۱) اودھیا (جہل) اجنتا کی تصویروں میں جہل کو اس طرح دکھایا ہے کہ ایک اندھے اونٹ کی ناک میں نکیل پڑی ہے جسے ایک شتربان پکڑے ہے۔ تبتی تصویر میں ایک اندھا شخص راستہ دریافت کرتا ہوا جا رہا ہے۔ جاپانی تصویر میں بجائے انسان کے دیو کی صورت بنائی ہے۔

(۲) سنکھارا (قوت اور رجحان) اس خیال کو اجنتا کے غار میں کمہار،

اس کا چاک اور بنے ہوئے برتنوں کی صورت میں دکھایا ہے۔ تبتی تصویر میں خالی چاک اور برتن دکھایا ہے۔ کمہار غائب ہے۔ جاپانی تصویر میں برتن اور کمہار دونوں غائب ہیں، صرف چاک دکھایا ہے۔

(۳) ونا نا رہوش) اجنتا اور جاپان کی تصویروں میں صرف ایک بندر دکھایا ہے، لیکن تبتی تصویر میں بندر کو ایک درخت پر چڑھتا ہوا دکھایا ہے۔ وہاں کے لاما یہ مانتے ہیں کہ انسان کی عقل ابتدا میں بالکل بندر کی سی ہوتی ہے اور آہستہ آہستہ علم و تجربے کی وجہ سے ترقی کرتی ہے۔

(۴) روپ (مادی خصوصیات و صفات) اجنتا میں دو شکلیں دکھائی ہیں جن کا مطلب واضح نہیں ہوتا۔ تبتی تصویر میں ایک کشتی دریا سے پار ہوتی دکھائی ہے۔ جاپانی تصویر میں ایک کشتی میں آدمی بھی بٹھا دیا ہے۔

(۵) کل آیتنا (چھ صوبے یا حواس) یعنی حواسِ خمسہ اور چھٹی طاقت ذہنی جسے من کہتے ہیں۔ اجنتا کی تصویر میں ایک انسانی چہرہ دکھایا ہے جس پر نقاب پڑی ہوئی ہے۔ اس نقاب کے پیچھے چشم، بینی، گوش، دہن اُجاگر کرکے دکھائے ہیں اور ماتھے پر ایک سوراخ آنکھ جیسا دکھا دیا ہے۔ جاپانی تصویر میں صرف ایک انسان دکھایا گیا ہے اور تبتی تصویر میں ایک ایسا مکان دکھایا ہے جس میں چھ طاق بنے ہیں۔

(۶) پہیاسو (اتصال) اجنتا کی تصویر میں یہ شکل مٹ گئی ہے۔ جاپانی اور تبتی تصویر میں ایک ایسا آدمی بیٹھا ہوا

دکھایا ہے جس کی آنکھ میں تیر چبھ گیا ہے۔

(۷) ودانا (احساسات) اجنتا کی تصویر میں یہ شکل مٹ گئی ہے۔ تبتی اور جاپانی تصویروں میں عاشق و معشوق گلے ملتے ہوئے دکھلائے گئے ہیں۔

(۸) ترشنا (تشنگی) ایک آدمی کو پانی پیتا ہوا دکھایا گیا ہے۔

(۹) اپادھنا (گرفت) اجنتا کی اور جاپانی تصویروں میں شکلیں مٹی ہوئی ہیں۔ تبتی تصویر میں ایک آدمی پھول چنتا ہوا دکھایا گیا ہے۔

(۱۰) بھاونا (میلان یا رجحان) اجنتا اور جاپانی تصویروں میں یہ مقامات مٹ گئے ہیں۔ تبتی تصویر میں ایک حاملہ عورت دکھائی گئی ہے۔

(۱۱) جاتی (پیدائش) زچہ و بچے کی تصویر کھینچی گئی ہے۔

(۱۲) مرت (موت) اس میں بڑھاپے، نقاہت اور موت کی تصویریں ہیں۔
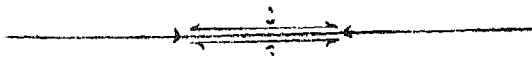
سؤر کا گوشت یا کمبھی

بودھی کتابوں میں آخری غذا جو گوتم نے کھائی (چند سنار کے ہاں) وہ چاول تھے اور ایک ترکاری تھی جسے "سکر مردو" کہتے تھے۔ مغربی مورخین نے 'سکر مردو' کا ترجمہ "سؤر کا گوشت" کیا ہے۔ چنانچہ رائس ڈیوڈس سے محقق نے بھی آخری غذا یہی بتائی ہے۔ لیکن حال کی تحقیقات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ 'سکر مردد' کے معنی ہیں "وہ کمبھی جسے سور کھاتے ہیں"۔

مہابودھی جنرل سنہ ۱۹۰۱ء میں اس لفظ کی تحقیق کرکے بتایا گیا ہے کہ بہار میں کمبھی یا کھنبہ کو "سکر مردد" کہتے تھے۔ اس کے دوسرے نام گورجیا، کرسٹا اور بلی لوٹن ہیں۔

مسٹر سٹراس، پروفیسر میونس اور سوبھدرا بھکشو نے اس کے یہی ترجمے کیے ہیں۔ شمیم نے بھی یہی لکھا ہے۔ لیکن امیر احمد علوی صاحب نے اس لفظ کا ترجمہ شکر قند دیا ہے جو بظاہر صحیح نہیں معلوم ہوتا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کمبھی کو جو موتھا کی جڑ کی طرح ہوتی ہے، سؤر پسند کرتا ہے اور اسے بہت خواہش سے کھاتا ہے۔ پرانے زمانے میں شاید انسان بھی اس جڑ کو پکا کر کھاتے تھے۔ چنانچہ چند نے بھی اپنے گرو اور پیر کے لیے اسی کی ترکاری تیار کرائی۔ جب گوتم نے اسے چکھا تو انھیں محسوس ہوا کہ اس میں کوئی زہریلی جڑ مل گئی ہے۔ انھوں نے دوسرے بھکشوؤں کو اسے نہ کھانے دیا۔ بلکہ ساری پتیلی اسی طرح زمین میں دفن۔

کرادی۔

یہ بحث فضول ہے کہ گوتم سور کا گوشت کھاتے تھے یا نہیں؟ اس لیے کہ اس سے اس لفظ کا صحیح مفہوم طے نہیں ہوتا۔ اور واقعات کے بیان میں ترجمے کی صحت کا زیادہ خیال کرنا چاہیے نہ کہ اس کا کہ وہ اعتقادات کے مطابق ہے یا نہیں؟ گوتم کے متعلق یہ دعویٰ بھی کہ وہ سور کا گوشت یا کسی قسم کا گوشت نہ کھاتے تھے صحیح نہیں۔ اس لیے کہ وہ ہمیشہ اس امر پر زور دیا کیے کہ جو کچھ بھیک کے ٹھیکرے میں ڈال دیا جائے۔ وہ بھکشو کو کھانا چاہیے۔ ظاہر ہے کہ جب بھکشو گھر گھر جاتے ہوں گے اور چنڈال اور شودر کے دروازوں پر بھیک ملتی ہوگی تو انھیں گوشت بھی ملتا ہی رہا ہوگا اور اس لیے گوتم اور اس کے چیلے بھی گوشت کھاتے ہی رہے ہوں گے۔ اس کے علاوہ دیودت نے جب اس پر اصرار کیا تھا کہ بھکشوؤں کے لیے گوشت کھانا ممنوع قرار دے دیا جائے تو گوتم نے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ بھکشو وہ سب کچھ کھائے گا جو اس کو بھیک میں ملے گا اور جو اس ملک میں کھایا جاتا ہے جہاں وہ بھیک مانگ رہا ہے۔

بہرحال یہ امر اب مسلم ہے کہ وہ آخری غذا جو بُدھ نے کھائی وہ سؤر کا گوشت نہ تھا بلکہ وہ کُھمبی کی جڑ تھی جو نیچی ذات کے لوگ اس زمانے میں بطور ترکاری کے کھاتے تھے۔

بُدھ کا مولد لمبینی باغ

۱۸۹۶ء میں ڈاکٹر فوہرر نے نیپال اسٹیٹ کے اندر رامندیئی مقام پر ایک پتھر کا مینار زمین میں دبا ہوا دریافت کیا۔ اس پتھر پر اشوک شاہ

مگدھ کا ایک کتبہ تھا۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنی تخت نشینی کے بیس سال بعد وہاں آیا اور اس نے گھوڑے کی شکل کا ایک ستون یہاں نصب کیا اور اس پر ایک برجی بنوائی جس پر" یہاں بدھ پیدا ہوا "کندہ کرادیا تھا۔ یہ استوپ گھوڑا اور ستون بجلی کے صدمے سے گر گئے تھے۔ گھوڑا تو نہیں ملا لیکن ستون قریب ہی ایک مندر میں پڑا ہوا مل گیا۔ یہیں ایک صندوق بھی ملا ہے جس میں کئی قسم کے گل دان اور بہت سے زیورات اور جواہرات ملے ہیں اور ان سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہی مقام مولدِ گوتم ہے۔

غرض ہر طرح سے یہ ثابت ہوگیا کہ یہی وہ مقام ہے جہاں گوتم بطنِ مادر سے نکل کر دامنِ گیتی میں آئے۔ اس دریافت کے بعد سے اس مقام نے بودھ لوگوں کے لیے ایک زیارت گاہ کی حیثیت اختیار کرلی ہے۔ مسٹر شیو نرائن شمیم نے یہاں پہنچنے کی صورت یوں بیان کی ہے۔

اُس جگہ نیپال دربار کی اجازت سے جا سکتے ہیں۔ دربار سے کسی قدر امداد کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔ آٹھ گھنٹے میں رات کو پالکی سواری سے " اسکا بازار" سے سرحد پر پہنچ سکتے ہیں۔ اس کے آگے ندیاں آجاتی ہیں۔ ہاتھی کی سواری پر ان کے پار ہونا پڑتا ہے پھر جنگل آجاتا ہے جس میں ایک جھاڑی نظر آتی ہے۔ یہیں سے ستون دریافت ہوا ہے۔ چند گز آگے چل کر اس تالاب کے بھی نشانات ملتے ہیں جہاں بدھ کی ماتا نے اشنان کیا تھا اور جس ندی کو "تیل دریا" بدھسٹ کتابوں میں لکھا ہے۔ اس وقت بھی اس کا یہی نام ہے۔

شری مہاراجا بہادر نیپال نے اس مقام پر مسافروں کی آسایش

کے لیے ایک قیام گاہ بنوائی ہے۔ دریافت شدہ ستون پر ایک پتھر حفاظت کے لیے رکھ دیا گیا ہے لیکن ستون اور برجی اصلی حالت پر متمکن نہیں کیے گئے جو زیادہ موزوں ہوتا۔"

نیپال اسٹیٹ نے بودھ زائروں کے لیے اب اور زیادہ آسانیاں بہم پہنچادی ہیں۔ اور چین، تبت، جاپان اور ہندستان سے برابر لوگ اس مقام کی زیارت کو جاتے رہتے ہیں۔

"مقامِ وفات" (کسی نگر ضلع گورکھپور)[1]

مسٹر شیو نرائن شمیم کی زبان سے اس کی حالت بھی سنیے :-

اگر مسافر گورکھپور کی ریلوے لائن پر چار اسٹیشن آگے اسٹیشن دیوریا پر اتر جائے تو وہاں لاری کی سواری ملتی ہے جو بشرح ۱۵؍ فی کس "کسیا" پہنچادیتی ہے۔ ۱۲ بجے سے دو بجے تک کا وقفہ مل جاتا ہے۔ لاری پھر دیوریا واپس پہنچا دیتی ہے۔ اگر یہ سفر پسند نہ ہو تو گورکھپور سے کسیا (کسی نگر) ۳۵ میل پختہ سڑک پر ہے۔ موٹر کار پچیس ۲۵ رُپے جانے اور واپسی کو مل جاتا ہے۔ کسیا وہ مقام ہے جہاں بُدھ بھگوان کو پری نروان حاصل ہوا تھا یعنی انھوں نے کالبدِ خاکی چھوڑا تھا۔ مندر کے سقف کی مرمت کی گئی ہے۔ مورتی جو اب لیٹی ہوئی حالت میں ہے، پہلے ریزہ ریزہ ہو کر پراگندہ تھی۔ ان ریزوں کو جمع کر کے جوڑا گیا اور مورتی اصل حالت

---

[1] بودھ کتابوں میں اس کا نام "کوسی نگلا، کوسی نگر، کُشی نگر" آیا ہے۔ اب اسے کُسیا کہتے ہیں۔

میں ترتیب دی گئی - اس وقت ۲۰ فٹ کے قریب لمبی ہے - جاتریوں نے سونے کے ورقوں سے اس مورتی کو منڈھا ہے - کناری کا پردہ اس پر پڑا ہوا ہے - بتی ہر وقت جلتی رہتی ہے - سنگ آسن کے ایک بازو پر آنند کی مورت اندوہ وغم کی حالت میں اور دو اور بُدھ کے شاگردوں کی شکلیں معمولی حالت میں پتھروں میں کھدی ہوئی ہیں - اس مندر کے قریب ایک اسٹو پا ہے - اس کے قریب دو کھوئے مدفونہ برآمد ہوئے ہیں "

اسی طرح بہت سے کھنڈرات بھی برآمد ہوئے ہیں - مندر سے چند قدم کے فاصلے پر بُدھ کی ایک استادہ مورت جو برآمد ہوئی ہے، قرینے سے نصب ہے - جس کو وہاں کے لوگ کورما ہنہ کی مورتی بیان کرتے ہیں - مندر سے تھوڑے فاصلے پر ایک برمی رئیس نے جاتریوں کے لیے ایک دھرم شالا بنوایا ہے - اس میں ایک برمی بھکشو رہتا ہے، اس کے ایک کمرے میں برما کی ساخت کے سنگ مرمر اور پیتل کی بُدھ مورتیاں رکھی ہوئی ہیں - دروازے پر ایک گھنٹہ برما کی ساخت کا موسیقی سے آواز دیتا ہے -

سال ہا سال یہ مندر کس مپرسی کی حالت میں رہا - آخر ۱۸۷۶ء میں مسٹر کارلائل نے اس کو آراستہ کیا - جس کا حال ایک سنگ مرمر کی سل پر انگریزی میں درج ہے - جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے :-

"یہ مشہور مجسمہ اور مندر بُدھ کے نردان کی حالت کے ہیں - اور اس کے قریب کے استوپے دونوں کھودے گئے ہیں - مورتی کے بے شمار ریزے جا بجا پراگندہ پائے گئے - ان سب ٹکڑوں کو جمع کیا

گیا۔ ان کو ترتیب دے کر اور مرمت کر کے مورتی کو اصلی شکل میں
بحال کیا گیا۔ مندر کی بھی مرمت ہوئی اور اس پر چھت ڈالی گئی۔
اے۔ ای۔ کارلائل

کسی نگر

مارچ ۱۸۷۷ء آرکیلاجکل اور سیر"

در اصل یہ مقام بودھوں کے تیرتھوں میں سے ایک ضروری تیرتھ
ہے۔ پہلے تو ہندستان سے باہر کے صرف بودھی مت والے جاتری آیا
کرتے تھے، حال میں اب وہاں ایک سالانہ میلا لگتا ہے۔ اور قرب وجوار
بلکہ دور دراز سے لوگ اس میلے میں شامل ہوتے ہیں اور اب خوب
رونق ہونے لگی ہے۔"
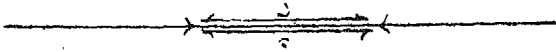
نالندیا نلندا یونیورسٹی

راج گیر سے سات میل کے فاصلے پر نالند نام کا ایک بڑا قصبہ تھا۔ اب اس کو بڑا گانو کہتے ہیں۔ گوتم بدھ نے یہاں تین مہینے قیام کیا تھا اور کئی موعظے کہے تھے۔ یہاں کے امیر سوداگروں نے جن کی تعداد پانچ سو بتائی جاتی ہے، دس لاکھ اشرفیوں کا چندہ کیا اور اسی سے کئی گانو خرید کر اور ایک مٹھ بنوا کے بدھ کی نذر کیا۔ کئی راجاؤں نے اس عمارت میں اضافہ کیا۔ وسطِ ہند کے ایک راجا نے ایک ہال بنوا دیا اور تمام عمارت کے گرد ایک پختہ دیوار کھنچوادی اور اس میں صرف ایک پھاٹک رکھا۔ اس احاطے میں اپنے زمانے کے مشہور ترین راہب علما رہتے تھے۔ چنانچہ جب کوئی تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے آتا تو وہ راہب جو دربانی کے فرائض ادا کرتا تھا طالبِ علم سے کچھ سوالات کیا کرتا تھا۔ اور جب تک ان کا شافی جواب نہ پا لیتا تھا ان کو اندر نہ آنے دیتا تھا۔ غالباً امتحان داخلے کی ابتدا یہیں سے ہوتی ہے۔

بہر حال اس مٹھ نے تھوڑے ہی دنوں میں ایک یونیورسٹی (جامعہ) کی حیثیت سے عالم گیر شہرت حاصل کر لی۔ فاہین کے زمانے تک یہ مکمل نہ ہوئی تھی۔ مگر اٹ سانگ نے یہاں دس سال تعلیم حاصل کی اور ہوان سانگ نے چھ سال۔ یہاں کے پڑھے ہوئے برگزیدۂ روزگار سمجھے جاتے تھے۔ معلموں کی تعداد بہت تھی۔ چنانچہ ایک ہزار ایسے

ہوتے تھے جو بیس علموں پر لیکچر دے سکتے تھے۔ پانچ سو بیس مضمونوں پر۔ دس ایسے (مع ہوانگ سانگ کے) جو پچاس مضمونوں میں ماہر تھے۔ متبحر فاضلوں نے مثل ناگارجن اور آریادیو کے اس یونیورسٹی کے نشوونما میں بہت مدد دی تھی۔ ہوانگ سانگ کے وقت میں سدا بھارا اس یونیورسٹی کا صدر تھا۔ یہ عالم ایسی جامع فضیلت رکھتا تھا کہ ہر ایک علم پر اس کو کامل عبور تھا۔

سلطنتِ وقت نے کئی گانو اس مٹھ کے لیے وقف کر رکھے تھے۔ اس کے علاوہ عوام بھی ہر طرح کی مدد پہنچاتے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ طلبا کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہوتی تھی۔ بلکہ گھر سے کہیں زیادہ آرام ملتا تھا اور وہ جی لگا کر علوم حاصل کرتے تھے۔

محکمۂ آثارِ قدیمہ نے اس جگہ کھدائی کر کے بہت سے آثار نکالے ہیں جو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔